نامورانِ اسلام

اردو مرکز - لاہور

Marfat.com

نامورانِ اسلام

مؤلفہ

شاہد حسین رزاقی (ایم اے)

(سابق لکچرار تاریخ وسیاسیات عثمانیہ یونیورسٹی)

115ab

اردو مرکز

گنپت روڈ لاہور

DATA ENTERED

۲۹۸۲، ۹۹۴
۵۹۰ ن
6786

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

باب الاسلام پریس ۔ کراچی

پہلی بار ———— جنوری سنہ ۱۹۵۰ء
دوسری بار ———— مئی سنہ ۱۹۵۰ء

قیمت .... عہر

Marfat.com

فہرست مضامین

دیباچہ	
پہلا باب	
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۱
دوسرا باب	
خلفاء راشدین	
۱. حضرت ابوبکر رضؓ	۱۲
۲. حضرت عمر رضؓ	۱۷
۳. حضرت عثمان رضؓ	۲۳
۴. حضرت علی رضؓ	۲۸
تیسرا باب	
فاتحین	
۱. حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ	۳۴
۲. حضرت خالد بن ولید رضؓ	۳۷
۳. حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ	۳۹
۴. طارق بن زیاد	۴۱
۵. محمد بن قاسم	۴۴
۶. سلطان محمود غزنوی	۴۶
۷. سلطان صلاح الدین ایوبی	۴۹
۸. ظہیر الدین بابر	۵۲
۹. ٹیپو سلطان	۵۴
۱۰. کمال اتاترک	۵۸
چوتھا باب	
مشہور حکمران	
۱. عبدالملک بن مروان رحؒ	۶۵
۲. عمر بن عبدالعزیز رحؒ	۶۶
۳. خلیفہ منصور	۶۹
۴. ہارون الرشید	۷۱
۵. مامون الرشید	۷۴
۶. علاء الدین خلجی	۷۸
۷. اورنگ زیب عالمگیر رحؒ	۸۰

Marfat.com

پانچواں باب

ائمہ، مشائخ و علماء

(الف) ائمہ

۱۔ حضرت امام حسین رض ۸۴

۲۔ حضرت امام جعفر صادق رض ۸۷

۳۔ حضرت امام ابو حنیفہ رض ۸۹

(ب) مشائخ

۱۔ حضرت خواجہ حسن بصری رح ۹۱

۲۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رح ۹۴

۳۔ خواجہ معین الدین اجمیری رح ۹۵

۴۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رح ۹۸

۵۔ بابا فرید شکر گنج رح ۱۰۲

(ج) علماء

۱۔ نظام الملک طوسی رح ۱۰۴

۲۔ امام غزالی رح ۱۰۶

۳۔ امام ابن تیمیہ رح ۱۱۰

۴۔ شیخ سعدی رح ۱۱۱

۵۔ ابوریحان بیرونی ۱۱۳

۶۔ عمر خیام ۱۱۵

۷۔ شیخ بو علی سینا ۱۱۷

۸۔ امیر خسرو ۱۱۸

چھٹا باب

نامور خواتین

۱۔ حضرت خدیجہ رض ۱۲۰

۲۔ حضرت عائشہ رض ۱۲۳

۳۔ حضرت فاطمہ زہرا رض ۱۲۴

۴۔ حضرت رابعہ بصری رح ۱۲۷

۵۔ سلطان رضیہ بیگم ۱۳۰

۶۔ نور جہاں ۱۳۲

۷۔ زیب النساء بیگم ۱۳۴

ساتواں باب

مصلح و سیاست دان

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح ۱۳۶

۲۔ سید جمال الدین افغانی رح ۱۳۹

۳۔ سر سید احمد خان رح ۱۴۱

۴۔ مولانا محمد علی ۱۴۴

۵۔ سر محمد اقبال ۱۴۷

۶۔ قائد اعظم محمد علی جناح رح ۱۵۰

دیباچہ

ناموران اسلام تاریخ اسلام کی نامور ہستیوں کا ایک سرسری سا تعارف ہے۔ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ایسی ایسی مہتم بالشان شخصیتیں پیدا کی ہیں کہ دُنیا میں کسی ایک قوم کی تاریخ مجموعی حیثیت سے ان کا جواب نہیں پیش کر سکتی۔ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمدؐ کی زندگی انسانِ کامل کی زندگی تھی اور خدا نے ایک واحد ذات کو حسنِ اخلاق کا ایک ایسا مجسمہ بنایا تھا کہ اس کی حیثیت ہر مقام اور ہر زمانہ کے لئے مشعلِ ہدایت اور خضرِ راہ کی ہے۔ خلفائے راشدین نے رسُول اللہ کے نقشِ قدم پر چل کر دُنیا کو حکومت۔ سیاست جرأت اور حسنِ سلوک کے ایسے سبق دیئے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گذر جانے کے بعد بھی اُن کے سکھائے سبق لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلاتے ہیں یہی حال اسلام کے حکمرانوں، اُس کے سپہ سالاروں، اس کے ائمہ۔ اُس کے مشائخ۔ اُس کے علماء اور ان کے ساتھ ساتھ اس کی محترم خواتین کا ہے۔ ہر ایک کے نام کے ساتھ عظمت و بزرگی کی اَن گنت روایتیں وابستہ ہیں۔ لیکن اب تک ہم نے غلامی کی جو زندگی گذاری

Marfat.com

ہے۔ اُس نے ہماری بہت سی نسلوں کو "مکمل انسانیت" کے آئینوں کی جھلک بھی نہیں دیکھنے دی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب ہم آزاد ہیں اور ہماری آیندہ نسلیں اپنے ماضی کی عظمتوں کی روشنی میں اپنے مستقبل کا راستہ تلاش کر سکیں گی۔

ہماری تاریخ کی کتابوں کو اب یہی خدمت انجام دینی ہے۔ "نامورانِ اسلام" اِس اہم خدمت کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔ اس کتاب کو پڑھکر ہمارے بچّے اور بچّیاں اپنے اسلاف کے کارناموں کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھینگے اور یہ چیز اُن میں تفصیلوں کی طرف رجوع ہونے کا شوق پیدا کرے گی۔ یہی شوق تعلیم کی بُنیادی ضرورت ہے۔

مؤلف

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم

اللہ کے آخری رسول اور مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمدؐ ۲۰۔اپریل ۵۷۱ء کو پیر کے دن عرب کے شہر مکّہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا عرب کے مشہور قبیلے قریش کے سب سے بڑے سردار تھے۔ انہوں نے ہی آپ کا نام محمدؐ رکھا۔ اس زمانہ کا دستور تھا کہ اچھے خاندانوں کے بچے پرورش کے لئے آزاد قبیلوں کی عورتوں کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ کی پرورش حلیمہ نامی ایک خاتون کے سپرد ہوئی، انہوں نے چار سال تک انہیں پالا۔ اس کے بعد لاکر ان کی والدہ کے پاس چھوڑ گئیں۔ آپؐ کے والد کا انتقال تو آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ آپؐ پورے چھ سال کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپؐ کی والدہ بی بی آمنہ کا بھی انتقال ہو گیا اور

Marfat.com

دادا نے پرورش شروع کی، لیکن آپؐ آٹھ ہی سال کے تھے کہ دادا جان کا بھی انتقال ہوگیا، اور انھوں نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے اور آپؐ کے چچا ابوطالب کو آپؐ کی پرورش کی خدمت سونپی۔

۲۵ سال کی عمر میں آپؐ کی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی جن کا حال تم آگے چل کر پڑھو گے۔ حضرت خدیجہؓ قریش میں ایک مشہور خاندان کی بیٹی تھیں، اور وہ اپنا مال شام و یمن کے بازاروں میں بھیج کر فروخت کروایا کرتی تھیں۔ چونکہ حضرت کو بہت ایماندار سمجھتی تھیں اس لئے شادی سے پہلے ہی حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو اپنا مال دے کر شام بھیجا تھا، اور حضرت کی ایمانداری کی وجہ سے آپ کو بڑا نفع ہوا تھا۔

تم حضرت ابراہیمؑ کے حال میں پڑھ چکے ہو کہ انھوں نے اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ نے مکہ میں کعبہ کی بنیاد رکھی تھی۔ سیلاب کی وجہ سے اس کی دیواریں خراب ہو گئی تھیں اس لئے سب قبیلے کے سرداروں نے مل کر اس کی مرمت کرائی، لیکن جب حجر اسود کو اس کی جگہ لگانے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ کا سردار یہ چاہتا تھا کہ پتھر وہ لگائے اس بات کی وجہ سے لوگوں میں لڑائی کا اندیشہ تھا۔ آخر حضرت محمدؐ نے اس بات کا فیصلہ اس طرح کیا کہ پتھر اٹھا کر ایک چادر میں رکھ دیا۔ سب سرداروں نے چادروں کے کونے پکڑ لئے، اور پتھر کو اس کی جگہ لے گئے، اور حضرت نے اسے جگہ پر لگا دیا۔ اس طرح آپ کی عقلمندی سے جھگڑا رک گیا۔

Marfat.com

سے تھے، اس لئے لوگوں نے ان کے خیال سے آنحضرتؐ کو کچھ نہ کہا لیکن ابوطالب کے پاس آئے کہ آپ اپنے بھتیجے کو سمجھا لیجئے۔ وہ ہمارے بزرگوں اور ہمارے خداؤں (یعنی بتوں) کو برا نہ کہیں۔ ابوطالب نے لوگوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔ لیکن جب حضرت پھر بھی اپنے نیک کام میں لگے رہے، تو وہ پھر ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ اگر تم اپنے بھتیجے کو نہیں روک سکتے تو سمجھ لو کہ ہمارا تمہارا تعلق ختم ہو گیا۔ جب ابوطالب نے یہ بات آنحضرتؐ سے کہی تو آپؐ نے فرمایا کہ "اگر لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند دے دیں تب بھی میں اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا"۔ یہ جواب سن کر چچا خاموش ہو گئے، پھر بولے کہ اچھا تم جو جی چاہے کرو میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا

جب کافروں کو اس طرح کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے برے طریقے اختیار کئے۔ آپ کو جادوگر کہا، اور جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے ان کے ساتھ ایسے ایسے ظلم کئے کہ ان کا حال سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ مسلمانوں پر اتنا ظلم ہو رہا ہے تو انہوں نے انھیں حبش جانے کا حکم دیا۔ پہلے چودہ آدمی وہاں گئے اور پھر تھوڑے تھوڑے کرکے سو ہو گئے۔ قریش نے حبشہ کے بادشاہ کو ان کے خلاف بہت بھڑکایا لیکن اسے مسلمانوں کی سچائی پر یقین تھا اس لئے انھیں اپنے یہاں خوشی سے پناہ دی۔

ادھر مکہ میں اب بھی لوگ برابر مسلمان ہو رہے تھے۔ جب قریش نے دیکھا کہ ان کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی، تو سب نے مل کر معاہدہ کیا کہ جس

Marfat.com

خاندان میں حضرت محمدؐ پیدا ہوئے ہیں، ان سے اور مسلمانوں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں اس معاہدہ کے بعد بنی ہاشم یعنی حضرت کے خاندان والے اور مسلمان آبادی سے نکل کر پہاڑ کے ایک درہ میں جا بسے اور دو برس تک بڑی سختی کی زندگی گذارتے رہے یہاں تک کہ جب کچھ کھانے کو نہ ملتا تو درختوں کی پتیاں کھا لیتے لیکن حضرت اس مصیبت میں بھی اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔

اب آنحضرتؐ کی نبوت کو نو سال پورے ہو گئے تھے، دسواں سال شروع ہوا تو آپؐ کے چچا ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت کا دستور تھا کہ ہر سال حج کے لئے جو قبیلے مکہ آتے، آپؐ ان میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرتے۔ لیکن آپؐ کے دشمن آنے والوں کو بھڑکا دیتے، تو وہ اسلام قبول نہ کرتے بلکہ آپؐ کو برا بھلا کہتے۔ مدینہ میں اوس اور خزرج نامی دو قبیلے تھے۔ دونوں میں آپس میں بڑی لڑائی تھی۔ ایک سال حج کے زمانہ میں خزرج قبیلہ کے کچھ لوگ مکہ آئے تو ان کے دل پر آنحضرتؐ کی باتوں کا بڑا اثر ہوا، وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور مدینہ پہنچ کر آنحضرتؐ کا اور آپ کی تعلیم کا ذکر کیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کا چرچا گھر گھر ہونے لگا۔ اگلے سال حج کے موقع پر بارہ آدمی اور آئے اور مسلمان ہوئے۔ اور پھر رفتہ رفتہ مدینہ کے بہت سے شریف لوگ مسلمان ہوتے چلے گئے۔ نبوت کے تیرھویں سال مدینہ سے بہت سے لوگ حج کرنے آئے۔ جن میں خزرج اور اوس دونوں کے لوگ تھے۔ وہ مسلمان ہوئے اور آپؐ سے وعدہ کیا کہ ہر حال میں آپؐ کا ساتھ دیں گے اور ہمیشہ وفادار رہیں گے، آپ ہمارے ساتھ مدینے چلیے جب

اہل مکہ کو اس کی خبر ہوئی تو دل میں سوچا کہ محمدؐ مدینہ چلے گئے تو ممکن ہے مدینہ والوں کی مدد سے ہم پر حملہ کر دیں اس لئے بہتر ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یہ سوچ کر ہر قبیلہ سے ایک ایک جوان چنا اور اسے تلوار دے کر کہا کہ محمدؐ جہاں ملیں سب ایک ساتھ مل کر ان پر حملہ کر دو۔

آنحضرتؐ کو دشمن کے ان تمام مشوروں کا علم ہو گیا آپؐ نے اپنی جگہ حضرت علیؓ کو لٹا دیا، اور رات ہی رات میں مکہ سے نکل گئے۔ تین دن تک آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ ایک غار میں چھپے رہے اور پھر وہاں سے نکل کر ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو مدینہ کے قریب قبا، میں عمرو بن عوف کے مہمان ہوئے، اس وقت آپؐ کی عمر ۵۳ سال کی تھی۔ اسی وقت سے ہجری (ہجرت کا) سال شروع ہوتا ہے۔ چار دن بعد جمعہ کے دن ۲۴ ستمبر کو وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ پہنچے۔ مکہ سے آنے والے ایک ایک آدمی کو مدینہ کے ایک ایک آدمی کا بھائی بنا دیا۔ چونکہ مکہ والے ہجرت کر کے آئے تھے۔ اس لئے وہ مہاجر کہلائے، اور چونکہ مدینہ والوں نے ان کی نصرت یعنی مدد کی تھی، اس لئے انہیں انصار کہتے ہیں۔ انصار نے مہاجروں کے ساتھ سچ مچ بھائیوں کا سا برتاؤ کیا، اور مال، دولت، مکان، زمین سب کچھ دو حصوں میں بانٹ کر انہیں دے دیا۔

اب آنحضرتؐ پھر اسلام کی تبلیغ کے کام میں مصروف ہوئے اور یہیں سے اسلام کی ترقی کا اصلی دور شروع ہوا۔ حالانکہ اس کے بعد سے مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑیں پہلی لڑائی ۱۳ مارچ ۶۲۴ء

Marfat.com

کو مسلمانوں اور اہل مکہ کے درمیان ہوئی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی، ان کے مقابلہ میں دشمن کئی گُنے تھے۔ لیکن لڑائی میں فتح مسلمانوں کی ہوئی قریش کے بہت سے سردار قتل ہوئے ستر کے قریب گرفتار ہوئے باقی بھاگ گئے

بدر کی لڑائی میں قریش کے اتنے آدمی مارے گئے تھے کہ ان کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس لئے بہت سے سرداروں نے مل کر ایک بڑا لشکر تیار کیا۔ مکہ سے چل کر یہ لشکر مدینہ کے قریب کوہ احد کی وادی میں اترا، آنحضرت کو خبر ہوئی تو ہتھیار لگا کر تیار ہوئے، اور ۲۹ مارچ ۶۲۵ء کو اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ سے نکلے۔ لڑائی ہوئی، مسلمان بڑی بہادری سے لڑے لیکن دشمن نے آنحضرت کے شہید ہو جانے کی خبر مشہور کر دی تو مسلمانوں کے اوسان خطا ہو گئے،

ایسی ہی بدحواسی کی باتوں سے اس لڑائی میں ان کی شکست ہوئی

اس جنگ کے بعد عرب کے بہت قبیلوں نے مل کر جنگ کی تیاری شروع کی، ان میں سے صرف دو قبیلوں کے آدمیوں کی تعداد ۲۴ ہزار تھی باقی قبیلوں کے لوگ اور یہودی ان کے علاوہ اور ان کے مقابلہ میں مسلمان صرف تین ہزار تھے، مسلمانوں نے چونکہ اس لڑائی کی تیاری کے لئے اپنی فوج کے ارد گرد ایک گہری خندق کھود دی تھی، اس لئے اسے غزوۂ خندق کہتے ہیں اس لڑائی میں دونوں طرف کی فوجیں بہت دن تک لڑائی کے لئے تیار بیٹھی رہیں لیکن نعیم بن مسعود کی ہوشیاری سے یہ لڑائی نہیں ہوئی، اور دشمن میدانِ جنگ سے واپس چلے آئے۔ اس جنگ کے بعد قریش کے دو نامی سردار عمرو بن عاص

Marfat.com

اور خالدؓ بن ولید مسلمان ہو گئے اس لڑائی کے بعد عرب کے لوگوں نے اس انتظام کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کبھی نہیں کی

صحابہ اور آنحضرت کی خواہش تھی کہ وہ مکہ جا کر کعبہ کی زیارت کریں اس ارادہ سے آپ کوئی ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ والوں نے سمجھا کہ لڑنے آئے ہیں۔ اس لئے کسی طرح بھی مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا۔ لیکن مکہ والوں سے مسلمانوں کا ایک عہد نامہ ہو گیا جس کی رو سے یہ طے ہوا کہ دونوں فریق کم سے کم دس سال تک آپس میں نہیں لڑیں گے یہ صلح نامہ جو صلح نامہ حدیبیہ کہلاتا ہے مسلمانوں کی بڑی فتح ہے اس سے امن و امان ہو گیا، اور مسلمانوں کو دشمن سے لڑنے کے بجائے اسلام کی باتوں پر غور کرنے اور اسے لوگوں میں پھیلانے کا موقع ملا اور لوگ کثرت سے مسلمان ہونے لگے

مسلمانوں کو قریش کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا لیکن خیبر کے یہودی اسلام کے سخت دشمن تھے۔ انھوں نے دوسرے قبیلوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھار کر مدینہ پر حملہ کی تیاری شروع کی۔ خیبر مدینہ سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر تھا، پھر بھی حضرت کو یہودیوں کی کارروائی کا پتہ چل گیا۔ آپ ڈیڑھ ہزار مجاہدین کو ساتھ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اس وقت یہودیوں کے پاس چھ قلعے تھے۔ ایک ایک کر کے انھیں ختم کرنا شروع کیا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ ۹۳ یہودی اور ۱۵ مسلمان اس میں مارے گئے۔

اہل عرب اور مسلمانوں میں جو عہد نامہ ہوا تھا، اس کی اہل عرب نے خلاف ورزی کی تو آنحضرت دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ پہنچے رات بھر میدان میں قیام کیا اور

Marfat.com

صبح کو مکہ میں داخل ہوئے۔ چونکہ آنحضرتؐ نے کہہ دیا تھا کہ اگر دشمن ان کے مقابلہ میں نہ آئے تو مکہ میں خون نہیں بہائیں گے، اس لئے مسلمانوں کی فوج بے روک ٹوک مکہ کے اندر پہنچ گئی اندر پہنچ کر آنحضرتؐ نے سات بار کعبہ کا طواف کیا مسجد حرم میں جتنے بت تھے وہ نکلوا دئے اور کعبہ میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کی۔

مکہ والوں نے مسلمانوں کے ساتھ سخت ظلم کئے تھے، لیکن اب چونکہ وہ اپنے کئے پر شرمندہ تھے، اس لئے آنحضرتؐ نے سب کو معاف کر دیا۔ اور تھوڑے سے آدمیوں کو چھوڑ کر وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

فتح مکہ کے بعد بہت سے سرکش قبیلوں نے مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کی آنحضرتؐ بھی ۱۲ ہزار کی فوج لے کر مقابلہ کے لئے نکلے چونکہ یہ تعداد بہت زیادہ تھی اور فوج کے پاس سامان بھی بہت تھا، اس لئے صحابہ کے دل میں غرور پیدا ہوا اور وہ کہنے لگے کہ ہمیں کون ہرا سکتا ہے۔ یہ بات اللہ کو پسند نہ آئی اور اس لئے جب دشمن نے مسلمانوں پر تیر برسائے تو تتر بتر ہو گئے لیکن آنحضرتؐ نے انہیں واپس بلایا اور جب سو آدمی ہو گئے تو دشمن پر حملہ کر دیا۔ رفتہ رفتہ باقی مسلمان بھی آ گئے اور دشمن کو زبردست شکست ہوئی۔ مسلمانوں کو اس جنگ میں غنیمت میں چھ ہزار عورتیں اور بچے۔ ۲۴ ہزار اونٹ، ۴ ہزار بکریاں اور بے شمار چاندی ملی۔

۹ھ میں پہلے سال مسلمانوں نے بڑے اہتمام سے حج کیا۔ اس میں حضرت خود تو تشریف نہیں لے گئے لیکن حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کو تین سو مسلمانوں کے ساتھ مکہ بھیجا اس حج کے بعد مکہ کے باقی لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور عرب کے جو قبیلے اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ ایک ایک کر کے آنحضرتؐ کے پاس آئے اور مسلمان ہونے لگے۔

Marfat.com

سنہ ہجری میں آنحضرتؐ خود بھی حج کے لئے تشریف لے گئے۔ مختلف مقامات کے ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان اس حج میں شریک ہوئے آپؐ نے اس میں ایک خطبہ دیا اور مسلمانوں کو اسلام کی ساری تعلیم کا خلاصہ بتایا۔

اس حج سے واپسی کے بعد صفر ۱۱ھ ہجری میں آپؐ بیمار ہو گئے بیماری کے زمانہ میں مسلمانوں کو برابر نصیحتیں کرتے رہے مرض برابر بڑھتا رہا اور آخر ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری یعنی ۸۔ جون ۶۳۲ء میں آپؐ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت محمدؐ کی زندگی حسن سیرت اور حسن اخلاق کا مکمل نمونہ تھی اور یہی سبب تھا کہ کفار کی اتنی مخالفت کے باوجود آپؐ نے آہستہ آہستہ سارے عرب قبیلوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور تھوڑی سی مدت میں لاکھوں آدمی اسلام کے جھنڈے کے سایہ میں آگئے۔

آنحضرتؐ کے مزاج میں صفائی اور پاکیزگی حد درجہ کی تھی آپؐ جس راستہ سے گذر جاتے اس میں ہر طرف خوشبو پھیل جاتی۔ آپؐ کی ذات صبر اور مہربانیوں کا دلکش مجسمہ تھی آپؐ کے ساتھ کوئی کتنی ہی سختی کرتا آپؐ اس سے نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرتے تھے۔ آپؐ نے زندگی بھر کسی سے اپنی کسی تکلیف کا بدلہ نہیں لیا۔ جنگ احد میں آپؐ کے زخم لگا اور چہرے سے خون بہنے لگا تو لوگوں نے کہا کہ ان کافروں کے لئے بددعا کیجئے آپؐ نے فرمایا "میں دنیا میں لعنت کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں اللہ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ آنحضرتؐ سخی بھی بہت زیادہ تھے ایک مرتبہ ایک آدمی کو اپنی بکریوں کا پورا گلہ دے دیا۔ نبی ہو جانے کے بعد تو خاص طور پر گھر میں کبھی کچھ نہ رکھتے تھے جو کچھ آتا خرچ کر دیتے ایک دن نوّے ہزار درہم آئے، آپؐ نے چٹائی پر رکھ لئے جو کوئی سائل آتا اسے دیتے جاتے یہاں تک کہ شام تک سب درہم ختم ہو گئے اتنے میں ایک اور سائل آیا

Marfat.com

آپ نے فرمایا اب تو میرے پاس کچھ نہیں لیکن تم میرے نام سے قرض لے لو میں ادا کر دوں گا

آپ کی بہادری کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔ لڑائیوں میں جہاں بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے وہاں بھی آپ اپنی جگہ سے نہیں ہلے بلکہ سخت لڑائی کے موقع پر آپ ہی دشمنوں سے سب سے زیادہ قریب ہوتے تھے۔

ہر چھوٹے بڑے سے محبت سے پیش آتے تھے، اور ہر ایک سے ایسا برتاؤ کرتے تھے کہ وہ سمجھتا تھا کہ حضرت مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے تاکید فرماتے تھے کہ کوئی کسی کی شکایت میرے پاس نہ لائے، تاکہ کسی کی طرف سے میرے دل میں برائی نہ ہو۔ آپ کسی سے جو وعدہ کر لیتے وہ کبھی نہ بھولتے۔ فرماتے "جو وعدہ کا پابند نہیں وہ بے دین ہے"۔ خاطر داری کی یہ حالت تھی کہ کوئی بیمار ہوتا تو اسے دیکھنے جاتے، جو لوگ پاس آتے انہیں اس طرح بٹھاتے کہ دیکھنے والے کے لئے یہ پتہ لگانا مشکل تھا کہ اس مجمع میں رسول اللہ کون سے ہیں۔ تم پڑھ چکے ہو کہ آپ کی سچائی اور ایمانداری کی وجہ سے لوگ آپ کو امین کہتے تھے۔ اور نبی ہونے سے پہلے بھی اپنے جھگڑے چکانے کے لئے آپ کے پاس آتے تھے

یہی سادی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے سارے عرب ایک ایک کر کے آپ کے سایہ میں آگئے

سوالات

۱۔ حضرت محمدؐ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

۲۔ لوگ آپ کو "امین" کیوں کہتے تھے؟

۳۔ جب آپ نے لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینی شروع کی تو وہ آپ کے دشمن کیوں ہو گئے؟

۴۔ مکہ والوں نے آپ کے قتل کا فیصلہ کیوں کیا تھا انہیں اس میں کامیابی کیوں نہیں ہوئی؟

۵۔ اسلام کی ترقی کا اصلی دور کب سے شروع ہوا؟

Marfat.com

دوسرا باب

خلفائے راشدین

۱۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

جب اللہ کے آخری نبی حضرت محمدؐ کا انتقال ہوا، تو یہ سوال پیدا ہوا کہ ان کے شروع کیے ہوئے اچھے کام کو جاری رکھنے کا کام کون کرے۔ کون ان کا خلیفہ ہو جس کے حکم پر چل کر مسلمان اسلام کی تعلیم کو ساری دنیا میں پھیلائیں مہاجرین اور انصار نے مل کر حضرت ابوبکرؓ کو پہلا خلیفہ چن لیا حضرت ابوبکرؓ کا نام تم اس سے پہلے پڑھ چکے ہو۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے ساتھ حضرت محمدؐ مکّہ سے ہجرت کر کے مدینے آئے تھے اور چلنے سے پہلے تین دن ایک غار میں چھپے رہے تھے آنحضرتؐ نے کافروں سے جتنی لڑائیاں لڑیں، ان سب میں ان کے ساتھ رہے۔ آنحضرتؐ جب بیمار ہوئے تو آپ ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا

حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ سے عمر میں دو ڈھائی برس چھوٹے تھے جوانی ہی سے آپ کی عادتیں بہت اچھی تھیں۔ مکّے کے امیر لوگوں میں گنے جاتے تھے لیکن اپنی دولت میں سے غریبوں اور محتاجوں کو برابر دیتے رہتے تھے۔ جو غلام مسلمان ہو جاتے اُن پر ان کے مالک سختی کرتے تھے حضرت ابوبکرؓ ایسے غلاموں کو ان کے مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ میں طبیعت کی اس نرمی کے علاوہ دوسری بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے ارادے کے بہت پکے تھے لوگوں کو ان کی اس خوبی کا ثبوت ان کے خلیفہ ہونے کے تھوڑے ہی دن بعد ملا۔ ہوا یہ کہ آنحضرتؐ نے اپنی بیماری کے زمانہ میں مسلمانوں کا ایک لشکر تیار کیا تھا اور اسے رومیوں کے مقابلہ کے لیے بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن آپ کی بیماری اور انتقال کی وجہ سے وہ لشکر نہیں جا سکا۔ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو اس لشکر کے بھیجنے کی تیاریاں کرنے لگے لوگوں نے کہا چونکہ حضرت محمدؐ کے انتقال کی وجہ سے عرب کے قبیلوں میں کفر کا زور پھر بڑھ رہا ہے اس لئے اس فوج کو نہ بھیجئے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "خدا کی قسم، اگر مجھے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ درندے مجھے پھاڑ بھی کھائیں گے، میں اس لشکر کو جانے سے نہیں روکوں گا۔"

اس فوج کا سردار آنحضرتؐ نے حضرت اسامہ زید بن حارثہؓ کو مقرر کیا تھا ان کی عمر صرف ۲۰ سال کی تھی لوگوں نے مشورہ دیا کہ کسی بڑی عمر کے آدمی کو اس فوج کا سردار بنا دیجئے۔ اس پر آپ بہت ناراض ہوئے، اور کہا کہ آنحضرتؐ نے انہیں سردار مقرر کیا ہے اور میں انہیں سرداری سے ہٹا دوں؟

غرض یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہوا اور چالیس دن بعد پوری کامیابی سے مدینہ واپس آیا۔ اس سے دشمنوں کے دل میں مسلمانوں کی طاقت کا سکہ جم گیا

آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد ان بہت سے قبیلوں میں جو مسلمان ہو چکے تھے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اب ہمیں اسلام کی باتوں سے آزادی ہو گئی۔ ہر طرف سے اسی طرح کی خبریں آنے لگیں تو حضرت ابوبکرؓ نے ... فوج سے کر ...

Marfat.com

سے روانہ ہوئے اور کئی قبیلوں کو شکست دے کر انھیں پھر اسلام کی راہ پر لائے طلیحہ بن اسد ایک سردار تھا، اس نے حضرت محمدؐ کی بیماری کی خبر سُنی تو اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا، اور کئی قبیلوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے حضرت خالدؓ نے اس سے جنگ کی اور اُسے ہرا دیا حضرت خالد بن ولیدؓ کا حال تم آگے چل کر پڑھو گے۔ وہ اسلام کے بہت مشہور سپاہ سالار گزرے ہیں

یمامہ کا قبیلہ آنحضرتؐ کی زندگی میں مسلمان ہو چکا تھا۔ اس قبیلہ کے سردار مسیلمہ نے آپ کی بیماری کی خبر سُنی تو اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا بہت سے قبیلے اس کے ساتھ ہو گئے اور اس کے ساتھیوں کی تعداد ۴۰ ہزار ہو گئی لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کے لشکر نے اسے بھی شکست دی، اور اس سے بہت سے ہتھیار اور نقد مال لے لیا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں مسلمانوں اور کافروں سے ہوئیں اور مسلمان ان میں برابر جیتتے رہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے ایک سال کے اندر اندر سارے فتنے دب گئے۔

اب حضرت ابوبکرؓ نے عرب کے باہر کے ملکوں کی طرف توجہ کی عرب کے دو طرف دو بڑی بڑی سلطنتیں تھیں، ایک ایران اور دوسرے روم آنحضرتؐ کے زمانہ میں خسرو پرویز وہاں کا بادشاہ تھا جب آپؐ نے اس کے پاس خط بھیجکر اسے اسلام کی دعوت دی، تو خسرو نے آپؐ کے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور اپنے گورنر کو حکم دیا کہ آنحضرتؐ کو گرفتار

Marfat.com

کر کے دربار میں بھیج دے اس لیے حضرت ابو بکرؓ جب عربوں کے فتنہ کو دبا چکے تو حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایران پر حملہ کا حکم دیا۔ حضرت خالدؓ نے حملہ کیا اور ایرانیوں کو شکست دی۔ اس فتح کی خبر حضرت ابو بکرؓ کو پہنچی تو ایران کے گورنر ہرمز کا تاج جو ایک لاکھ درہم کا تھا حضرت خالد کو بخش دیا ایرانیوں نے اس کے بعد دو مرتبہ پھر بڑی بڑی فوجیں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیجیں۔ لیکن دونوں مرتبہ مسلمانوں نے انھیں ہرا دیا

رومیوں سے لڑنے کے لئے حضرت ابو بکرؓ نے جو فوج حضرت اسامہؓ کی سرداری میں بھیجی تھی، اس کا حال تم ابھی پڑھ چکے ہو۔ اس فوج نے رومیوں کو ہرا دیا تھا لیکن وہ برابر مسلمانوں پر حملہ کی تیاری میں لگے رہتے تھے۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے ان سے لڑنے کے لئے چار فوجیں چار سرداروں کے ساتھ بھیجیں ان چاروں فوجوں کو ملا کر ۲۰ ہزار مسلمان تھے۔ اس فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے رومیوں نے دو لاکھ چالیس ہزار کی فوج بھیجی۔ حضرت ابو بکرؓ کے حکم سے حضرت خالدؓ بھی اپنی دس ہزار فوج لے کر باقی فوج میں جا ملے، اس طرح دو لاکھ چالیس ہزار کے مقابلہ میں ۳۰ ہزار مسلمان میدان میں آگئے ایک دن اور رات لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کو اس میں بھی فتح حاصل ہوئی۔ رومیوں کی فوج جان بچا کر دریا کی طرف بھاگی تو ایک لاکھ بیس ہزار آدمی دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ اس لڑائی میں عورتیں بھی ایک دستہ بنا کر رومیوں سے لڑیں اور انھیں موت کے گھاٹ اتارا۔ ابھی مسلمان میدان جنگ میں ہی تھے کہ حضرت ابو بکر کی وفات ہوئی آپ

Marfat.com

نے کوئی سوا دو سال خلافت کی۔ ان کی وفات کی تاریخ ۲۲ اگست ۶۳۴ء ہے اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔

خلافت سے پہلے حضرت ابو بکرؓ تجارت کیا کرتے تھے۔ خلیفہ ہو جانے پر بھی وہ چھ مہینے تک تجارت کرتے رہے۔ لیکن جب خلافت کے کام کی وجہ سے تجارت کی فرصت نہ ملی تو اسے چھوڑ دیا، اور اپنے اور اپنے بچوں کے خرچ کے لئے معمولی سی رقم سرکاری خزانہ سے جسے بیت المال کہتے تھے لینے لگے لیکن وفات کا وقت قریب آیا تو لوگوں سے کہا کہ میری فلاں زمین بیچ کر وہ ساری رقم جو میں نے آج تک بیت المال سے لی ہے، واپس کر دی جائے۔

حضرت ابو بکرؓ اپنی نیکیوں کی وجہ سے نبیوں کے بعد سارے انسانوں سے بہتر مانے گئے ہیں۔

سوالات

۱۔ حضرت ابو بکرؓ کو لوگوں نے خلیفہ کیوں بنایا؟

۲۔ حضرت ابو بکرؓ میں دو خاص خاص خوبیاں کیا تھیں؟

۳۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں نے کن کن دشمنوں پر فتح حاصل کی؟

Marfat.com

۲۔ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ

تم پڑھ چکے ہو کہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا پہلا خلیفہ چن لیا تھا۔ انھوں نے کوئی سوا دو برس تک خلافت کی، اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ انتقال سے پہلے انہوں نے مناسب سمجھا کہ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں۔ انہوں نے بڑے بڑے صحابہؓ سے بھی مشورہ کیا اور اپنی زندگی ہی میں حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت ۲۳۔ اگست ۶۳۴ء کو ہوئی۔

حضرت عمرؓ آنحضرتؐ سے ۱۳ سال چھوٹے تھے۔ جب حضرت نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا، اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو حضرت عمرؓ نے بھی اُن کی مخالفت کی، اور مسلمانوں کو ستایا اور تکلیفیں پہنچائیں۔ یہاں تک کہ ایک دن یہ طے کیا کہ جا کر آنحضرتؐ کو قتل کر ڈالیں آپ تلوار لئے اسی ارادے سے جا رہے تھے کہ کسی نے ان سے کہا کہ آپ کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں۔ انھیں یہ سُن کر بہت غصہ آیا اور سیدھے ان کے گھر پہنچے۔ آپ کی بہن اس وقت بیٹھی قرآن شریف کی ایک سورت پڑھ رہی تھیں، جو کاغذ پر لکھی ہوئی تھی۔ بھائی کو دیکھ کر انھوں نے وہ کاغذ چھپا دیا۔ بھائی نے اُن سے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیا ہے یہ کہکر انھیں اتنا مارا کہ اُن کا تمام بدن لہو لہان ہو گیا بہن کا خون دیکھکر غصہ کچھ کم ہو گیا اور کاغذ پر لکھی ہوئی قرآن شریف

کی سورت پڑھنے لگے۔ سورت پڑھتے ہی دل پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً آنحضرتؐ کی خدمت میں جا کر مسلمان ہو گئے۔

اس وقت تک ۴۰۔۴۵ آدمی مسلمان ہو چکے تھے، لیکن حضرت عمرؓ کی بہادری کا لوگوں کے دل پر اتنا اثر تھا کہ ان کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ پہلے مسلمان کعبہ میں جاتے تھے تو لوگ انھیں مارتے تھے اب وہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھنے لگے ایک اور بات یہ ہوئی کہ مسلمان جو پہلے کافروں کے ڈر سے چھپ چھپ کر مدینہ جاتے تھے، اب کھلے خزانے حضرت عمرؓ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے اور کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کچھ بول سکتا

ہجرت کے بعد آنحضرتؐ کے ساتھ ساری لڑائیوں میں شریک ہوئے اس کے علاوہ وہ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کو برابر مشورے بھی دیا کرتے تھے۔ ان کی بہادری اور عقلمندی دو ایسی خوبیاں ہیں جنھوں نے اسلام کی قوت کو بہت بڑھایا اور اپنے ساڑھے دس برس کے خلافت کے زمانہ میں دنیا کی دو بڑی سلطنتوں یعنی ایران اور روم پر پوری فتح حاصل کی اور اس مدت میں جتنی زمین پر مسلمانوں کا قبضہ تھا اس کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ مربع میل تھا۔ ایرانیوں اور رومیوں سے مسلمانوں کی بہت سی لڑائیاں ہوئیں اور ان میں ایرانی اور رومی کئی لاکھ فوج اور بے شمار ساز و سامان لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے، لیکن انھیں ہمیشہ شکست ہوئی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مسلمان لڑنے والے بڑے بہادر تھے، اور انھیں اللہ پر بھروسہ تھا دوسرے حضرت عمرؓ مدینہ میں رہ کر بھی برابر فوج کے سرداروں کو حکم

Marfat.com

بھیجتے رہتے تھے۔ کہ کس کس طرح لڑیں، اور کن کن باتوں کا خیال رکھیں۔

جس زمانہ میں مسلمان ایرانیوں سے لڑ رہے تھے، اس زمانہ کا ایک واقعہ سنو تو تمھیں اندازہ ہو جائے گا کہ میدانِ جنگ سے دور، مدینہ میں رہ کر بھی حضرت عمرؓ کو لڑائی کے حالات معلوم کرنے کی کتنی بے چینی رہتی تھی۔ مسلمان ایرانیوں سے کئی کئی لڑائیاں لڑ چکے تھے۔ ایران والے ہر مرتبہ ہار جاتے اور ہارنے کے بعد پہلے سے بھی زیادہ تیاری کر کے پھر میدان میں آجاتے۔ اس طرح کی کئی لڑائیاں ہو چکیں تو قادسیہ کے مقام پر انھوں نے بہت بڑا لشکر جمع کیا۔ اس لڑائی میں بھی ایرانیوں کو شکست ہوئی اور ان کے تین ہزار سپاہی میدان جنگ میں مارے گئے۔ حضرت عمرؓ کو اس لڑائی کی طرف سے بڑی پریشانی تھی وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ لڑائی کا کیا انجام ہوا، اس لئے ہر روز صبح کو مدینہ سے نکل کر میدان میں آجاتے اور دوپہر تک قاصد کے آنے کا انتظار کرتے۔ آخر ایک دن قاصد فتح کی خبر لے کر آگیا۔ حضرت عمرؓ میدان میں اس کا انتظار کر رہے تھے، لیکن وہ قاصد حضرت عمرؓ کو پہچانتا نہیں تھا اس لئے سواری روکی نہیں بلکہ تیزی سے مدینہ کی طرف چلتا رہا۔ حضرت عمرؓ چونکہ خبر معلوم کرنے کے لئے بیتاب تھے، اس لئے سواری کے ساتھ ساتھ بھاگنے لگے، بھاگتے جاتے اور قاصد سے خبریں پوچھتے جاتے۔ خبریں بتاتا بتاتا قاصد شہر میں داخل ہوا۔ حضرت عمرؓ اب بھی اس کی سواری کے ساتھ ساتھ بھاگ رہے تھے لوگوں نے دیکھا تو امیرالمومنین کہہ کر سلام کیا اب قاصد کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت عمرؓ تھے۔ اب تو وہ بہت گھبرایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "گھبراؤ مت!" یہ کہہ کر خط لیا، اور فتح کی خوش خبری پڑھ کر

Marfat.com

لوگوں کو سنائی۔

فتوحات کے علاوہ حضرت عمرؓ کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ ان کی خلافت کے زمانہ میں مسلمانوں نے کئی شہر آباد کئے ان میں سے کوفہ بصرہ اور موصل اب تک مشہور ہیں، اور وہاں ایسے انصاف، رواداری اور سچائی سے حکومت کی کہ ہر شخص ان کا گرویدہ ہو گیا۔ یہ ساری خوبیاں مسلمانوں نے اپنے خلیفہ حضرت عمرؓ سے سیکھی تھیں ان کی زندگی کے کچھ واقعات سن کر ان کی عظمت اور بزرگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

جب کوئی بڑا مسئلہ سامنے آتا تو مسلمانوں کے عام مجمع میں اسے پیش کرتے اور معمولی سے معمولی آدمی بھی اگر کوئی اچھی رائے دیتا تو اسے فوراً مان لیتے۔ اور کوئی سچی بات اگر سختی سے بھی کہی جاتی تو اسے برداشت کرتے۔ ایک مرتبہ آپ مسجد میں تقریر فرما رہے تھے اور لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ اگر میں غلطی کروں تو مجھے سچائی کا راستہ دکھاؤ۔ اس پر ایک شخص اٹھا اس نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اگر آپ حق سے منہ موڑیں گے تو ہم اس سے آپ کو راہ راست پر لائیں گے۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے، میری قوم میں ایسے لوگ ہیں کہ اگر میں غلط راستے پر چلوں تو مجھے سیدھا کرنے کو تیار ہیں۔

حضرت عمرؓ حاکموں اور افسروں کے ساتھ بڑی سختی کرتے تھے کہ وہ رعایا پر ظلم نہ کریں اور ان کے ساتھ ناانصافی سے پیش نہ آئیں لیکن رعایا کے ساتھ ان کا برتاؤ بڑا نرم تھا، اور ہمیشہ ان کی بھلائی کے خیال میں لگے رہتے تھے شہر میں اور شہر کے باہر راتوں کو گشت کرتے، اور جب کوئی قافلہ شہر کے باہر اترتا تو رات کو

Marfat.com

اس کی چوکیداری کرتے۔

مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک جگہ تھی ایک رات کو آپ وہاں پہنچے اور دیکھا کہ ایک خیمہ میں ایک بڑھیا کچھ پکا رہی ہے اور اس کے بچے اس کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں، آپ اندر گئے اور پوچھا کہ کیا بات ہے۔ بڑھیا نے کہا بچے بھوک کے مارے رو رہے ہیں اور میں نے ہنڈیا میں پانی چڑھا رکھا ہے کہ کھانے کی امید میں ان کا جی بہل جائے اور وہ سو جائیں۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر کانپ اٹھے اور مدینہ واپس آکر آٹا اور گھی لیا اور بڑھیا کے پاس آئے۔ راستہ میں غلام نے کہا کہ آٹا اور گھی میرے کندھے پر رکھ دیجئے۔ لیکن کہنے لگے کہ کیا قیامت میں بھی میرا بوجھ تم اٹھاؤ گے: غرض سامان لاکر بڑھیا کے سامنے رکھدیا اور خود چولہا پھونکنے لگے۔ بڑھیا نے کھانا پکا کر بچوں کو کھلایا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ بڑھیا نے کہا" اللہ تمھیں نیکی کا بدلہ دے خلیفہ تو تمھیں ہونا چاہیئے تھا نہ کہ عمرؓ کو" حضرت عمرؓ نے یہ سنا اور خاموش ہو رہے، اور اس کے بچوں کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا

حضرت کا رعب لوگوں کے دلوں پر بہت تھا۔ ایک بار کچھ لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ ہم خلیفہ کے سامنے لب نہیں ہلا سکتے، ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہوئے دل کانپتا ہے۔ یہ بات جب حضرت عمرؓ نے سنی تو کہنے لگے کہ اس سے زیادہ میں خود ان سے ڈرتا ہوں کہ ان کی ذمہ داری میرے اوپر ہے

حضرت عمرؓ بیت المال سے اپنے خرچ کے لئے اتنی کم رقم لیتے تھے کہ بڑی تنگی سے زندگی بسر ہوتی تھی۔ جو کی روٹی کھاتے تھے ایک دن کچھ لوگوں نے یہ بات کہی تو فرمایا کہ کیا رسول اللہ نے فاقے نہیں کئے اور پیوند لگے ہوئے

Marfat.com

کپڑے نہیں پہنے ؛ اپنی بیوی اور بچوں کو بھی اسی طرح کی زندگی کا عادی بنایا تھا تاکہ لوگ ان کی زندگی سے سبق حاصل کریں

مدینہ میں حضرت مغیرہ کا ایک غلام تھا، اس کا نام فیروز تھا، اس نے ایک روز صبح کو نماز کے وقت خنجر سے آپ پر کئی وار کئے، حضرت عمرؓ زخم کھا کر گر پڑے، دوا پلائی گئی، تو زخم کے راستے سے باہر نکل آئی۔ حضرت عمرؓ کو جب مرنے کا یقین ہو گیا تو ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا، اور درخواست کی کہ مجھے رسول اللہ کے قریب دفن ہونے کی اجازت دے دیجئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی، لیکن حضرت عمرؓ کو اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عمرؓ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے، اور زخم لگنے کے تیسرے دن شام کو وفات پائی۔ وفات کی تاریخ ۲۷، ذی الحج ۲۳ھ ہجری ہے اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔

سوالات

۱۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کا سب سے بڑا کارنامہ کیا ہے ؟

۲۔ حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے کا واقعہ کیا ہے ؟

۳۔ حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے سے اسلام کو کیوں قوت پہنچی ؟

۴۔ حضرت عمرؓ کی وفات کس طرح ہوئی ؟

۶۷۸۹

Marfat.com

۳ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عمرؓ کی وفات کے تین دن بعد ، نومبر ۶۴۴ء کو لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ چُنا۔ حضرت اُن چند لوگوں میں سے تھے، جو آنحضرتؐ کے نبی ہونے کے بعد سب سے پہلے اسلام لائے تھے آپ کی شادی آنحضرت کی بیٹی رقیہؓ کے ساتھ ہوئی تھی۔ جب مکہ والوں نے آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں تو ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے، وہاں سے پھر مکہ آئے اور جب دوسرے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ گئے تو آپ بھی وہاں چلے گئے۔ سوائے جنگ بدر کے سب لڑائیوں میں آنحضرت کے ساتھ شریک ہوئے۔ اللہ کی طرف سے آنحضرتؐ کے پاس جو وحی آتی تھی اُس کے لکھنے کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں امین رہے یہ دونوں بزرگ بڑے بڑے معاملات میں ان سے مشورہ بھی کرتے تھے۔

خلیفہ ہونے کے بعد حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو نصیحت کی کہ دنیا کی دولت اور مرتبہ کے جال میں نہیں پھنسنا چاہیئے بلکہ اپنی زندگی ایسے کاموں میں بسر کرنی چاہیئے جن سے اللہ خوش ہو اس کے بعد فوجوں کے سرداروں اور صوبوں کے حاکموں کے نام حکم جاری کئے کہ رعایا کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں اور ایمانداری اور رواداری کا برابر خیال رکھیں

تم اس سے پہلے پڑھ چکے ہو کہ قریش عرب کے سب سے مشہور اور

Marfat.com

عزت والے قبیلہ کا نام تھا۔ جب قریش مسلمان ہو گئے تو اپنی عقلمندی اور بہادری سے انھوں نے عرب کے باقی قبیلوں کے مقابلہ میں عزت کے مرتبے بھی حاصل کر لئے یہ چیز باقی عربوں کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔ لیکن آنحضرتؐ نے ان میں آپس میں اتحاد قایم رکھا۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی انھیں آپس میں ایک رکھا اور رقابت کی آگ گویا ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ لیکن حضرت عثمانؓ چونکہ نرم مزاج تھے اس لئے عرب کے مختلف حصوں میں یہی پرانی آگ پھر سلگنی شروع ہو گئی ہر طرف بغاوت پھیلنے لگی۔ دشمنوں نے خلیفہ اور ان کے امیروں اور حاکموں کے خلاف ایسی باتیں مشہور کرنی شروع کیں کہ مدینہ کے لوگ بھی ان سے ناراض ہونے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے اس طرح کی خبریں سنیں تو سارے شہروں اور صوبوں کے حاکموں کو حکم دیا کہ حج کے موقع پر آکر مدینہ میں جمع ہوں۔ جب سب اکٹھے ہوئے تو حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ ملک میں یہ بری بری باتیں کیوں پھیل رہی ہیں؟ حاکموں نے کہا کہ یہ خبریں اس لئے پھیلائی جاتی ہیں کہ لوگ خلیفہ اور ان کے امیروں کے مخالف ہو جائیں۔ مناسب یہ ہے کہ جو لوگ ان باتوں میں آگے آگے ہیں، انھیں گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے بعض لوگوں نے کہا کہ آپ کو نرمی سے کام نہیں لینا چاہیئے بلکہ حضرت عمرؓ کی طرح سختی کرنا چاہیئے اس پر حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ جن باتوں میں شرع مجھے کسی پر سختی کرنے کا حکم نہیں دیتی میں ہرگز نہیں کروں گا چاہے اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے ادھر تو سارے حاکم مدینہ میں جمع تھے، ادھر فتنہ پھیلانے والوں نے یہ طے کیا تھا کہ ان کے جاتے ہی اپنے اپنے شہر میں بغاوت کر دیں گے۔ لیکن کچھ رکاوٹیں

Marfat.com

پڑجانے کی وجہ سے انھیں اپنے ارادہ میں کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر انھوں نے طے کیا کہ بصرہ، کوفہ، اور مصر کے تھوڑے تھوڑے لوگ مل کر خلیفہ کے پاس چلیں اور ان سے کچھ سوال کریں۔ یہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچ کر شہر کے باہر ٹھہر گئے۔ حضرت عثمانؓ کو ان کے آنے کی اطلاع ملی تو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ کیا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ آپ کی حکومت کی کچھ غلطیاں بتانے اور آپ سے سوال کرنے آئے ہیں اس کے بعد انھوں نے بہت سے لوگوں کے سامنے خلیفہ سے سوال جواب کئے۔ خلیفہ نے ان کے سوالوں کا جواب دیا، اور پھر صحابہ سے پوچھا کہ ان کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ فساد پھیلانے والے ہیں، انھیں پکڑ کر قتل کر دیجئے' اس پر آپ نے فرمایا کہ نہیں جب تک کسی سے کفر ظاہر نہ ہو اسے سزا دینا انصاف کی بات نہیں۔

یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے پاس اس لئے نہیں آئے تھے کہ ان سے سوال کرکے اُن سے اُن کے جواب لیں۔ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ اس طرح خلیفہ کو بدنام کرکے مدینہ کے لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکائیں، لیکن خلیفہ کے جواب مدینہ والوں نے سُنے تو انھیں تسلی ہوگئی اور دشمنوں کو اپنے ارادہ میں کامیابی نہیں ہوئی وہ اپنے وطن کو واپس چلے گئے لیکن پھر تینوں جگہ سے یعنی کوفہ اور بصرہ اور مصر سے ایک ایک ہزار اکٹھے ہو کر مدینہ آئے کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیں۔ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر ٹھہر گئے اور اپنے دو آدمیوں کو مدینہ کی حالت دیکھنے کے لئے بھیجا۔ ان لوگوں نے آکر شہر کا حال بتایا تو

خاموشی سے شہر میں داخل ہو کر خلیفہ کے گھر کو گھیر لیا اور اعلان کر دیا کہ جو شخص لڑائی کے ارادے سے آگے نہیں آئے گا اُسے ہم امان دیں گے۔

اس کے بعد چند لوگ خلیفہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ خلافت چھوڑ دیجئے۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ یہ لباس اللہ نے مجھے پہنایا ہے، میں اُسے خود نہیں اُتاروں گا۔ اس کے بعد دشمنوں نے آپ کے ساتھ سختی شروع کر دی۔ پہلے انھیں گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتے تھے، پھر ان کا پانی بند کر دیا، چھُپ کر ایک پڑوسی ان کے پاس پانی بھیجتا تھا۔ حضرت عثمانؓ ان لوگوں کو بار بار سمجھاتے تھے لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ آخر باغیوں نے سوچا کہ اگر ہم زیادہ دن انتظار کریں گے تو ممکن ہے دُور دُور کے مسلمان خلیفہ کی مدد کو آ جائیں۔ یہ سوچ کر ان کے دروازہ کو آگ لگائی اور اندر گھس گئے۔ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ مدد کو آئے تو اُن سے کہا کہ تم میری وجہ سے اپنی جانیں خطرہ میں نہ ڈالو۔ میری حفاظت اللہ کریگا اس کے بعد اطمینان سے بیٹھ کر کلام پاک کی تلاوت کرنے لگے۔ پہلے مصریوں کے سردار نے چھُرے سے وار کیا، پھر ایک دوسرے نے تلوار ماری۔ آپ کی بیوی آپ کی جان بچانے کے خیال سے اُوپر آ کر گر پڑیں۔ تلوار سے اُن کی ہتھیلی اور انگلیاں کٹ کر دُور جا پڑیں، اتنے میں کسی تیسرے آدمی نے خلیفہ کا سر تن سے جدا کر دیا۔ گھر کا سب مال و اسباب لوٹ لیا، اور مدینہ میں ان کے قتل کا اعلان کر دیا۔ قتل کی تاریخ ۲۰ مئی ۶۵۶ء ہے۔

حضرت عثمانؓ ہمیشہ سے حیا، حسنِ صورت و سیرت اور عقلمندی میں

Marfat.com

مشہور تھے۔ اپنا مال و دولت سب اللہ کے نام پر قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ ایک موقع پر ایک ہزار اونٹ، پچاس گھوڑے اور ایک ہزار دینار ایک قومی کام کے لئے دئے پھر یہودیوں کا ایک کنواں بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ رمضان میں اہلِ مدینہ کو کھانا کھلاتے تھے۔ کوفہ میں لوگوں کے لئے دعوت خانے بنوائے تھے۔ عدل و انصاف کے عاشق تھے۔ مزاج میں نرمی حد سے زیادہ تھی، قرآن شریف پڑھنے سے کبھی جی نہ بھرتا تھا، کبھی کبھی رات رات بھر تلاوت میں گذار دیتے تھے۔ قرآن شریف ان سے زیادہ کسی کو یاد نہ تھا۔ آپ نے قرآن کا ایک ایک نسخہ نقل کروا کے ہر صوبہ میں بھیج دیا تھا کہ لوگوں میں اس کے متعلق کوئی اختلاف نہ پیدا ہو۔

سوالات

۱۔ خلیفہ ہونے کے بعد حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو کیا نصیحت کی ؟

۲۔ حضرت عثمانؓ نے حاکموں کے کہنے سے باغیوں کو کیوں قتل نہیں کیا تھا؟

۳۔ باغیوں کو خلیفہ کا جواب سن کر بھی کیوں اطمینان نہیں ہوا ؟

۴۔ حضرت عثمانؓ میں کیا خوبیاں تھیں ؟

Marfat.com

۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علیؓ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ وہ آنحضرتؐ کے چچا ابی طالب کے صاحبزادے اور آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی تھے۔ انھیں ایک امتیاز یہ بھی حاصل تھا کہ آنحضرتؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے ان کی شادی ہوئی تھی۔ جس وقت آنحضرتؐ نبی ہوئے اس وقت ان کی عمر آٹھ سال کی تھی، لڑکوں میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔ شروع ہی سے اپنی بہادری اور ہمت کے لئے مشہور تھے۔ چنانچہ ان کی ابتدائی زندگی کا ایک واقعہ تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ جب آنحضرتؐ مکّہ سے مدینہ تشریف لے جانے لگے تو حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا دیا کہ جب میں چلا جاؤں تو جن لوگوں کی چیزیں میرے پاس امانت کے طور پر رکھی ہیں وہ انھیں دے دینا۔ یہ رات وہ رات تھی جب دشمنوں نے یہ طے کیا تھا کہ وہ آنحضرتؐ کو قتل کر ڈالیں گے اور اس نیت سے بہت سے نوجوانوں نے ننگی تلواریں لے کر گھر کو گھیر لیا تھا کہ جب آپ صبح کو نماز کے لئے نکلیں گے تو سب ایک ساتھ ان پر لوٹ پڑیں گے۔ حضرت علیؓ کو ان باتوں کا علم تھا لیکن وہ اطمینان سے بستر پہ لیٹے رہے۔

جنگ تبوک کے سوا ساری لڑائیوں میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہے، اور ہمیشہ ایسی دلیری سے لڑے کہ دشمن کے چھکّے چھڑا دیئے۔ رسول اللہ کے اکثر عہدنامے اور خطوط بھی آنحضرتؐ کی طرف سے حضرت علیؓ ہی لکھا کرتے تھے۔

Marfat.com

تم اس سے پہلے پڑھ چکے ہو کہ حضرت عثمانؓ کو لوگوں نے شہید کر دیا تھا۔ ان کی شہادت کے پانچ روز بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے۔ اور اس کے بعد خطبہ میں مسلمانوں کو بہت سی نصیحتیں کیں، اور خاص طور پر فتنہ سے بچنے اور تقویٰ کی زندگی بسر کرنے کی تاکید کی، اور فرمایا کہ انسان جو کچھ دنیا میں کرتا ہے اسی کا نتیجہ اسے آخرت میں ملتا ہے

خطبہ کے بعد صحابہ کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور کہا کہ جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا ہے ان سے قصاص (یعنی بدلہ) لینا چاہیے اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے انھیں قتل کیا ہے اس وقت انھیں غلبہ حاصل ہے، اس لئے بہتر ہے کہ ہم اس وقت خاموش رہیں اور جب سکون و اطمینان ہو جائے تو انھیں ان کے لئے سزا دیں لوگوں کو حضرت علیؓ کے اس جواب سے اطمینان نہیں ہوا۔ اور ملک کے مختلف حصوں میں یہ خیال عام ہونے لگا کہ حضرت علیؓ قاتلوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ پھر ایک بات یہ ہوئی کہ خلیفہ ہوتے ہی حضرت علیؓ نے سب سے پہلے ان سارے حاکموں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا۔ جنھیں حضرت عثمانؓ نے مقرر کیا تھا۔ انھیں ہٹا کر نئے حاکم مقرر کئے۔ یہ بات حالانکہ حضرت علیؓ نے انتظامات کو بہتر کرنے کے خیال سے کی تھی، لیکن اس سے لوگوں کو اس خیال میں تقویت ملی کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے دشمنوں کے دوست ہیں، اور ان کے دوستوں کے دشمن

غرض سب اسلامی صوبوں کے صدر مقامات میں ایک شورش سی پھیل گئی شام میں اس وقت بنی امیہ کے رئیس اعظم امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے پہلے حج کی

لئے تشریف لے گئی تھیں انھیں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی اطلاع ملی تو بڑا رنج ہوا۔ انھوں نے مسلمانوں کے سامنے تقریر کی اور فرمایا کہ مسلمانوں کو حضرت عثمانؓ کے قتل کا بدلہ لینا چاہیئے۔ مدینہ سے حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ بھی جو بڑے صاحب اثر صحابی تھے، مکہ پہنچ گئے اور وہاں سے یہ لوگ اس ارادے سے بصرہ کے لئے روانہ ہوئے کہ وہاں جاکر حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کریں حضرت عائشہؓ بھی ان لوگوں کے ساتھ تھیں بصرہ پہنچ کر یہ اعلان کیا گیا کہ جو لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک تھے انھیں پکڑ کر لایا جائے۔ چنانچہ اس طرح کے بہت سے لوگ لائے گئے، اور جس جس کا جرم ثابت ہو گیا اسے قتل کر دیا گیا بصرہ سے کوفہ اور شام بھی خط بھیجے گئے کہ لوگ خلیفہ کے قتل کے قصاص کا مطالبہ کریں۔

جب حضرت علیؓ کو بصرہ کے لوگوں کی تیاری جنگ کا علم ہوا تو فوج لے کر وہاں روانہ ہوئے۔ بصرہ کے قریب پہنچ کر حضرت عائشہؓ کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور ان سے دریافت کیا کہ آپ کا کیا مقصد ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اصلاح جب پوچھا گیا کہ اصلاح سے آپ کی کیا مراد ہے تو فرمایا کہ "خلیفہ مقتول کا قصاص" جو قاصد یہ باتیں دریافت کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا اس نے کوشش کی کہ دونوں جماعتوں میں صلح ہو جائے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ دونوں اس کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن مفسدوں نے ایسی ترکیبیں کیں کہ صلح نہ ہو سکی اور حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی فوج میں جنگ شروع ہو گئی۔ ایک طرف سے حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار نکلے اور دوسری طرف سے حضرت عائشہؓ اونٹ پر

ہودج میں بیٹھ کر تشریف لائیں۔ نہایت سخت جنگ ہوئی۔ بصرہ کے لوگوں کو شکست ہوئی۔ اس جنگ میں کوئی دس ہزار آدمی مارے گئے۔ حضرت طلحہؓ لڑائی کے دوران میں اور حضرت زبیرؓ اس کے بعد قتل ہوئے یہ لڑائی تاریخ میں جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔

مقتولین کو دفن کرانے کے بعد حضرت علیؓ ام المؤمنین کی خدمت میں گئے ان سے گفتگو کی، اور ان کی مدینہ کی روانگی کا انتظام کیا کئی میل تک حضرت علیؓ انھیں پہنچانے کے لئے ساتھ گئے اور حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ ایک منزل تک ساتھ گئے۔

اس کے بعد حضرت علیؓ شام کی طرف چلے۔ اور کوفہ میں جاکر امیر معاویہؓ کے پاس اپنے ایک قاصد کو بھیجا کہ وہ حضرت علیؓ کو خلیفہ مان لیں لیکن امیر معاویہؓ نے کچھ جواب نہ دیا۔ شام کے سرداروں نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک خلیفہ کے قتل کا قصاص نہ لے لیں گے فرش پر نہ سوئیں گے چونکہ شام اسلامی فوج کا بڑا مرکز تھا اور اس فوج پر امیر معاویہؓ کا اثر تھا۔ اس لئے انھوں نے اب بھی حضرت علیؓ کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا، اس لئے حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ امیر معاویہؓ سے جنگ کریں گے۔

لڑائی شروع ہوئی، دونوں طرف کے مسلمان چاہتے تھے کہ مصالحت ہو جائے، اس لئے کوئی مہینہ بھر تک لڑائی بالکل معمولی پیمانہ پر ہوتی رہی، پھر محرم کا مہینہ آگیا اور لڑائی ملتوی رہی لیکن اس دوران میں بھی مصالحت کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ اس لئے یکم صفر ۳۷ھ ہجری کو لڑائی شروع ہوئی

Marfat.com

لیکن ایک ہفتہ تک ایک ایک دو دو دستوں میں معمولی مقابلے ہوتے رہے آٹھویں دن عام حملہ شروع ہوا۔ دن بھر لڑائی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ کئی دن تک لڑائی ہونے کے بعد یہ طے ہوا کہ دونوں طرف کے دو آدمی مل کر قرآن کی رو سے کوئی فیصلہ کر دیں۔ ۱۳۔ صفر ۳۷ھ ہجری کو عہدنامہ لکھا گیا اور لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ اس لڑائی میں نوّے ہزار مسلمان قتل ہوئے اتنے مسلمان آنحضرت کے زمانہ سے اس وقت تک کی ساری لڑائیوں میں ملا کر بھی قتل نہیں ہوئے تھے۔

ثالث کے فیصلہ کے بعد دونوں جماعتوں کے دل صاف نہیں ہوئے اور ہر طرف لڑائیاں ہوتی رہیں اور اسلامی دنیا میں ایک انتشار سا رہا۔ اس پر خوارج کے تین آدمیوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ہم تینوں حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور عمرؓ بن عاص کو قتل کر دیں۔ ان تینوں میں سے ایک کا نام ابن ملجم تھا۔ اس نے حضرت علیؓ کو قتل کرنے کا ذمہ لیا۔ حضرت علیؓ جب ۱۸ رمضان ۴۰ھ کو صبح کی نماز پڑھانے مسجد میں تشریف لائے تو ان کے سر پر تلوار ماری زخم سخت تھا اس لئے ۱۷ رمضان کو انتقال ہو گیا حضرت علیؓ کی مدت خلافت چار سال اور نو مہینے رہی۔

حضرت علی کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اُن کی بہادری تاریخ اسلام میں ضرب المثل ہے۔ انھوں نے بڑے سے بڑے دشمن کے مقابلہ کے وقت بھی کبھی پائے ثبات کو لغزش نہیں ہونے دی۔

Marfat.com

فقہ میں ان کا پایہ بڑا اونچا ہے۔ فصاحت و بلاغت میں بھی وہ آپ اپنی مثال تھے۔ اُن کے خطبات اور مکاتیب کا مجموعہ عربی ادب کا ایک جواہر پارہ سمجھا جاتا ہے۔ ان کے بعض خطبے اور خطوط اس قدر لطیف اور حکمت آموز ہیں کہ انسانی فضل وکمال کی انتہائی بلندی کی مثال میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔

سوالات

۱۔ حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے کون تھے ؟

۲۔ ملک کے مختلف حصوں میں لوگ ان کے خلاف کیوں ہو گئے تھے ؟

۳۔ حضرت علیؓ اپنی کن کن صفات اور خصوصیات کی وجہ سے ممتاز ہیں ؟

Marfat.com

تیسرا باب

فاتحین

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اسلام کے اُن سپہ سالاروں میں سے ہیں جن کی بہادری اور مردانگی نے اسلام کو دنیا کی تاریخ میں عظمت دی۔

حضرت سعدؓ اس وقت ایمان لائے تھے جب صرف ۷ یا ۸ آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ جب ان کی والدہ کو ان کے مسلمان ہونے کی اطلاع ملی تو انھوں نے اُن سے بولنا اور کھانا پینا تک چھوڑ دیا۔ لیکن یہ اللہ کی راہ پر قائم رہے۔ چونکہ دشمنوں کی وجہ سے نماز پڑھنے میں دقتیں ہوتی تھیں اس لئے پہاڑوں میں چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن اسی طرح چھپ کر نماز پڑھ رہے تھے، کہ کافروں نے دیکھا تو مذاق اڑایا۔ اس پر آپ نے اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر ہنسنے والوں کی طرف پھینکی۔ جس آدمی کے لگی اُس کا پھٹ گیا۔ یہ گویا پہلا خون تھا۔ جو اسلامی غیرت کی خاطر بہایا گیا۔

جب مسلمان مکّہ سے مدینہ چلے گئے تو دشمنوں سے حفاظت کے خیال سے آنحضرتؐ اسلحہ لگا کر مدینہ میں گشت کیا کرتے تھے۔ ایک رات دشمن کا سخت خطرہ تھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آج کوئی بہادر آدمی پہرہ دے۔ اس

Marfat.com

حکم کی تعمیل میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ہتھیار پہن لئے اور رات کو پہرہ دیا۔ اسی طرح ایک رات مدینہ کے باہر پہرہ دے رہے تھے کہ دشمنوں سے مقابلہ ہو گیا۔ آپ نے دشمن پر تیر چلایا یہ پہلا تیر تھا جو اسلام کی حفاظت میں چلایا گیا۔

جنگ بدر اور جنگ اُحد اسلام کی ابتدائی تاریخ کی بہت اہم لڑائیاں ہیں، ان میں بھی حضرت سعدؓ بڑی بہادری اور ہمت سے لڑے۔ چونکہ حضرت سعدؓ بڑے اچھے تیر انداز تھے۔ اس لئے اُحد کی لڑائی میں رسول خداؐ نے اپنا ترکش ان کے آگے ڈال دیا اور فرمایا۔ "تم پر خدا کی رحمت، تیر مارتے جاؤ" حضرت سعدؓ تیر چلاتے رہے، جب تیر ختم ہو گئے تو ان کے پاس ایک بغیر پھل کا تیر تھا وہ بھی چلایا، یہ تیر دشمن کے ماتھے پر لگا اور وہ گر کر مر گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں ایران کی فتوحات کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اس کی تکمیل حضرت عمرؓ کے زمانے میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ہاتھوں ہوئی۔ حضرت سعدؓ جب مسلمانوں کی فوج لے کر ایران کے قریب پہنچے تو چودہ آدمیوں کا ایک وفد ایرانی شہنشاہ کے پاس بھیجا۔ وفد ایرانی دربار میں پہنچا اور شہنشاہ کو اسلام کی دعوت دی تو وہ بہت ناراض ہوا اور بہت سی مٹی ایک ٹوکرے میں بھر کر مسلمانوں کو دے دی۔ مسلمانوں نے اس کا مطلب یہ نکالا کہ ایرانیوں نے اپنا ملک ہمارے ہاتھ میں دے دیا۔ مٹی لا کر حضرت سعدؓ کی خدمت میں پیش کی تو انھوں نے ایرانیوں سے لڑائی کی تیاری شروع کی۔ سب سے پہلے قادسیہ کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ اس میں مسلمانوں کو فتح

ہوئی، قادسیہ کی فتح کے بعد حضرت سعدؓ بابل کی طرف بڑھے۔ چونکہ سرداروں نے اُن کی اطاعت قبول کر لی۔ اس لئے بابل بڑی آسانی سے فتح ہوگیا۔ اس کے دو مہینہ بعد ایرانی شہنشاہ کی شکارگاہ بہرہ شیر کو فتح کیا۔ اب مسلمان عراق کے پایۂ تخت مدائن کی طرف بڑھے۔ راستہ میں دجلہ دریا پڑتا تھا۔ دشمنوں نے دریا کے سارے پل توڑ دئے تھے کہ مسلمان دریا پار نہ کر سکیں۔ دریا میں پانی بہت تھا لیکن حضرت سعدؓ نے اپنا گھوڑا پانی میں ڈال دیا، اس کے بعد سپاہیوں کے گھوڑے بھی پانی میں کود پڑے۔ ایرانیوں نے جب مسلمانوں کو اس طرح دریا میں آتے دیکھا تو ڈر کے مارے چیخنے لگے کہ "دیو آگئے دیو آگئے" فوجیں بھاگ گئیں اور مدائن فتح ہوگیا۔

اب حضرت عمرؓ نے اس علاقہ کا حکمران حضرت سعدؓ کو بنا دیا۔ حضرت سعدؓ کے اچھے سلوک اور اُن کی نیکی کا لوگوں پر اتنا اثر ہوا کہ وہ خود بخود مسلمان ہونے لگے۔ حضرت عمرؓ کے حکم سے یہاں کوفہ نام کا شہر بسایا گیا، تو حضرت سعدؓ یہاں رہنے لگے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی حضرت سعدؓ نے تین سال تک عراق پر حکومت کی۔ اس کے بعد مدینہ واپس آگئے اور وہاں سے دس میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں رہنے لگے۔ آخری عمر خدا کی عبادت اور گوشہ نشینی میں بسر کی اور ۵۵ھ ہجری میں ستر سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

سوالات

۱۔ حضرت سعدؓ نے اسلام کے نام پر پہلا تیر کب چلایا تھا؟
۲۔ جنگ اُحد میں آنحضرتؐ نے اپنا ترکش انھیں کیوں دے دیا تھا؟
۳۔ حضرت سعدؓ نے مدائن کس طرح فتح کیا؟

۲۔ حضرت خالدؓ بن ولیدؓ

حضرت خالدؓ بن ولیدؓ کا تعلق قریش کے ایک اونچے گھرانے سے تھا۔ یہ خاندان ہمیشہ اپنی بہادری کے لئے مشہور تھا۔ چنانچہ حضرت خالدؓ کا شمار بھی بڑے اچھے سپاہیوں میں ہوتا تھا۔ وہ قریش کی فوج کے بڑے اچھے سالار سمجھے جاتے تھے۔ احد کی لڑائی میں مسلمانوں کے خلاف قریش کی طرف سے لڑے بھی تھے۔ آنحضرتؐ کے مدینہ چلے جانے کے بعد ۸ ہجری میں مدینہ جا کر اسلام لائے اور وہیں رہ گئے، چونکہ اُن کے ساتھ مدینہ کے ایک اور سردار حضرت عمروؓ بن العاصؓ بھی آ کر مسلمان ہوئے تھے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے ان کے مسلمان ہونے پر فرمایا تھا کہ "مکہ نے جگر کے ٹکڑے ہماری طرف پھینک دئے ہیں"۔ اسلام لانے کے بعد حضرت خالدؓ مدینہ ہی میں رہ گئے۔ اور اسلام کی بہت سی مشہور مشہور لڑائیاں لڑیں۔

ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے حضرت حارث بن عمرؓ کو ایک خط دے کر شاہ بُصریٰ کے پاس بھیجا، آپ کو وہاں قتل کر دیا گیا تو حضرتؐ نے زیدؓ بن حارث کی سرداری میں دو ہزار فوج اُن کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بھیجی، اور ترتیب وار تین سرداروں کے نام بتا دئے کہ ایک شہید ہو جائے تو دوسرا اُس کی جگہ لے لے، جب وہ تینوں سردار شہید ہو گئے تو حضرت خالدؓ نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس لڑائی میں وہ اس بہادری سے لڑے کہ اُن کے ہاتھ سے ۹ تلواریں ٹوٹیں، اسی لئے رسول اللہؐ نے آپ کو "سیف اللہ" کا لقب دیا تھا۔ سیف عربی میں تلوار کو کہتے ہیں۔

آنحضرتؐ کے زمانہ میں کئی لڑائیاں لڑے اور دشمنوں کو شکست دی۔

آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانہ میں کئی آدمیوں نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ حضرت خالدؓ ان سب کی سرکوبی کے لئے فوجیں لے کر گئے، اور ان میں سے ہر ایک کا خاتمہ کر دیا۔ کچھ قبیلوں میں بے دینی اور بغاوت پھیلنے لگی تو حضرت خالدؓ کی سپہ سالاری میں ایک فوج بھیجی گئی اور انھوں نے کامیابی سے اس بغاوت کو مٹا دیا۔

ان جھگڑوں سے فرصت ملی تو حضرت ابوبکرؓ ایران کی طرف متوجہ ہوئے، اور حضرت خالدؓ کو فوج دے کر بھیجا۔ سب سے پہلا مقابلہ "جنگِ سلاسل" میں ہوا۔ اسلامی فوج صرف دس ہزار تھی، ایرانی تعداد میں اُن سے کئی گنے زیادہ تھے، پھر بھی انھیں شکست ہوئی۔ اس کے بعد مسلمان ایرانیوں سے کئی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں اور لڑے، لیکن ہر ایک میں ایرانی ہارے۔

عراق کی فتح کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ شام پہنچ کر اسلامی فوجوں کی مدد کرو۔ یہاں اسلامی فوج رومیوں کا مقابلہ کر رہی تھی۔ حضرت خالدؓ حکم کے مطابق شام کی طرف چل دئے، اور راستہ میں چھوٹے چھوٹے شہر فتح کرتے دمشق پہنچے اور تین مہینہ بعد اُسے فتح کر لیا۔ اسکے بعد دو لڑائیوں میں رومیوں کو پھر شکست ہوئی، آخر انھوں نے فیصلہ کیا کہ اپنی پوری قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ یرموک کے مقام پر اپنی بہت بڑی فوج جمع کی۔ اس میدان میں رومیوں کی ۲ لاکھ ۴۰ ہزار فوج تھی، لیکن مسلمان اتنی دلیری سے لڑے کہ رومیوں کو یہاں بھی شکست ہوئی۔

Marfat.com

سنہ ہجری میں حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انھیں مدینہ واپس بلا لیا۔ (کسی نے وجہ پوچھی تو کہا کہ میں نے خالدؓ کو اس لئے میدان جنگ سے واپس بلا لیا کہ مسلمان یہ سمجھنا نہ شروع کر دیں کہ فتح صرف خالدؓ کے ہاتھ میں ہے)۔

آخری عمر میں حضرت خالدؓ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ۲۲ سنہ ہجری میں ۸۸ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

سوالات

۱۔ آنحضرتؐ نے یہ کیوں کہا تھا کہ "مکہ نے جگر کے ٹکڑے ہماری طرف پھینک دئے ہیں"؟

۲۔ حضرت خالدؓ کو رسول اللہ نے "سیف اللہ" کا لقب کیوں دیا تھا؟

۳۔ حضرت خالدؓ کو حضرت عمرؓ نے لڑائی کے میدان سے کیوں واپس بلا لیا تھا؟

۳۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ

حضرت ابو عبیدہؓ بھی حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ کی طرح حضرت ابو بکرؓ کی تعلیم کے اثر سے مسلمان ہوئے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد انھیں مکہ والوں نے اتنی تکلیفیں دیں کہ ہجرت کر کے حبش جانا پڑا۔ دوسری مرتبہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کی ہجرت کی۔

اسلام سے حضرت ابو عبیدہؓ کو جو محبت تھی اس کا اندازہ ایک واقعہ سے

Marfat.com

گروہ۔ جنگ بدر میں جب مکہ اور مدینہ والے ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو انکے والد عبداللہ مکہ والوں کی طرف سے لڑنے آئے، وہ تاک تاک کر تیر ابوعبیدہؓ کو مارتے تھے اور یہ بچ جاتے تھے۔ آخر جب دیکھا کہ کسی طرح نہیں مانتے تو تلوار کے ایک وار میں اپنے والد کو ختم کر دیا۔

اُحد کی لڑائی میں رسولِ خداؐ کے چہرۂ مبارک میں زرہ کی دو کڑیاں چُبھ گئیں تو حضرت ابوعبیدہؓ نے انھیں اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا۔ اس سے دانتوں پر اتنا زور پڑا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ خیبر کی جنگ میں بھی یہ رسولِ خداؐ کے ساتھ تھے۔ آنحضرتؐ نے جنگ سلاسل میں عمرو بن العاصؓ کی مدد کے لئے ابوعبیدہؓ کو فوج دے کر بھیجا۔

حضرت ابوبکرؓ نے ملکِ شام پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو اپنی فوج کو تین حصوں میں بانٹا۔ ان میں سے ایک کے سردار حضرت ابوعبیدہؓ تھے۔ لیکن یہ حکم تھا کہ جب تینوں فوجیں ایک جگہ ہوں گی تو ان تینوں کے سالار حضرت ابوعبیدہؓ ہونگے حضرت خالدؓ کے حال میں تم پڑھ چکے ہو کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے شام کی فوجوں کی مدد کے لئے گئے تھے۔ شام کی یہ فوج حضرت ابوعبیدہؓ کی سپہ سالاری میں تھی۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو شام کا حاکم مقرر کر دیا تو انھوں نے وہاں کا انتظام اس خوبی سے کیا اور لوگوں کو اتنا آرام پہنچایا کہ لوگ بغیر کسی کوشش کے اسلام کی طرف مائل ہوئے۔ ان کی اصلاحوں سے شام میں ہر طرف امن و امان ہو گیا۔ رعایا کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک

کیا گیا ان باتوں کا اثر یہ ہوا کہ بڑے بڑے رومی سردار بھی مسلمان ہو گئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ کی زندگی بہت سادہ تھی۔ پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے رسول اللہ نے آپ کو "امین الامت" کا لقب دیا تھا۔

آپ کی وفات اٹھاون برس کی عمر میں ۱۸ سنہ ہجری میں ہوئی۔

سوالات

۱۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے والد کو کیوں مار دیا تھا؟

۲۔ حضرت ابو عبیدہؓ کے دانت کیسے ٹوٹ گئے تھے؟

۴۔ طارق بن زیاد

یورپ کے مشہور ملک اسپین کے جنوب میں ایک جگہ ہے جسے جبرالٹر کہتے ہیں، اس کا عربی نام جبل الطارق ہے تمہیں شاید معلوم نہ ہو کہ اس جگہ کا یہ نام اسلام کے مشہور سپہ سالار طارق بن زیاد کے نام پر ہے۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ خاندان بنی امیّہ کے چھٹے خلیفہ ولید اوّل کے زمانہ میں موسیٰ بن نصیر شمالی افریقہ کے حاکم اور سپہ سالار تھے۔ یہ زمانہ شمالی افریقہ میں بڑی خوش حالی اور اطمینان کا زمانہ تھا۔ اس کے برخلاف اس کے ہمسایہ ملک ہسپانیہ یا اسپین میں عیسائی بادشاہوں کے ظلم سے رعایا بہت پریشان تھی۔ بادشاہ امیروں پر ہر طرح کی رعایتیں کرتا تھا اور غریبوں پر طرح طرح کے ظلم کئے جاتے تھے ملک میں بڑے بڑے جاگیردار تھے، وہ تو محلوں میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔

Marfat.com

اور کھیتی باڑی کا کام غلام کاشتکار کرتے تھے، اور اس کے بدلے میں انھیں زندگی کا آرام تک نصیب نہ تھا۔ یہاں تک کہ یہ بیچارے اپنے مالک کی مرضی کے بغیر شادی تک نہیں کرسکتے تھے۔ ان لوگوں نے پہلے تو بادشاہ کے خلاف بغاوت کی۔ لیکن بغاوت کامیاب نہ ہوئی تو ان پر اور بھی سختیاں ہونے لگیں۔
ان سختیوں سے تنگ آکر ان لوگوں نے موسیٰ بن نصیر سے درخواست کی کہ وہ اسپین پر حملہ کرکے وہاں کے لوگوں کو بادشاہ کے ظلم سے نجات دلوائیں۔
موسیٰ بن نصیر نے ولید اوّل سے اجازت لے کر اپنے ایک غلام سپہ سالار کی سرکردگی میں سات ہزار سپاہیوں کی فوج اسپین کی طرف روانہ کی۔
۳۰ر اپریل ۷۱۱ء کو یہ سپہ سالار اپنی فوج سمیت اس جگہ آکر اترا جس کا نام جبرالٹر یا جبل الطارق ہے۔ چونکہ اس سپہ سالار کا نام طارق تھا، اسلئے اس کے نام پر اس کا نام جبل الطارق رکھا گیا، جسکے معنی ہیں طارق کی پہاڑی۔
اس زمانہ میں اسپین پر جس بادشاہ کی حکومت تھی اس کا نام روڈرک تھا۔ اس نے طارق کی فوج کی آمد کی خبر سنی تو اپنے سارے جاگیرداروں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی فوجیں لے کر جنگ کے لئے تیار رہیں۔ ادھر طارق نے روڈرک کی تیاری کا حال دیکھکر اپنی مدد کے لئے پانچ ہزار سپاہی اور بلوائے اس طرح طارق کی فوج میں بارہ ہزار سپاہی ہوگئے۔ اور اس کے مقابلہ میں عیسائی فوج ایک لاکھ تھی۔
کہتے ہیں کہ جب طارق اپنی فوجوں کو لے کر جبل الطارق پر اترے تو جن کشتیوں میں بیٹھ کر آئے تھے، وہ سب ساحل پر لاکر جلا ڈالیں تاکہ فوج

Marfat.com

کے دل میں واپسی کا خیال ہی نہ پیدا ہو۔ اس پر سپاہیوں نے طارق سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ اگر ہمیں لڑائی میں شکست ہوئی تو آپ واپس کیسے لوٹیں گے؟ طارق نے اپنی تلوار کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ "ہر ملک ہمارا ملک ہے، اس لئے کہ خدا کا ملک ہے، اس لئے یہاں سے واپس جانے کا خیال ہی کیوں کریں؟"

اس کے بعد طارق اور روڈرک کی فوجوں کا مقابلہ ہوا، ایک طرف ایک لاکھ فوج تھی اور دوسری طرف بارہ ہزار مسلمان۔ دونوں فوجیں بہادری سے لڑیں لیکن روڈرک مارا گیا اور ۱۲ ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ فوج کو شکست دی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ پورے اسپین پر قبضہ کر لیا۔ طارق کی یہ فتح اسلام کی بڑی فتح تھی۔ اس فتح نے یورپ میں اسلام کی ترقی کے راستے کھول دئے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی بڑی کامیابی کی کیا وجہ تھی۔ اس کا جواب طارق کی وہ تقریر ہے جو حملہ کرنے سے پہلے طارق نے اپنی فوج کے سامنے کی تھی۔ طارق نے اپنے سپاہیوں سے کہا:۔

"لوگو! اب تم کسی طرح میدان جنگ سے نہیں بھاگ سکتے تمہارے سامنے دشمن ہے اور پیچھے پانی۔ اس لئے اب صرف ثابت قدمی اور ہمت میں تمہاری نجات ہے۔ اگر ہم میں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں تو ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"اے مجاہدو! تم میرے پیچھے رہو، اور جو میں کروں وہ تم بھی کرو، اگر میں حملہ کروں تو تم بھی کرو، اور اگر میں رکوں تو تم بھی رک جاؤ، اگر میں لڑتا ہوا

مارا جاؤں تو تم رنج نہ کرنا، میرے بعد آپس میں لڑنا مت، اس سے تمہاری طاقت کم ہو جائے گی۔

"خبردار تم اپنے آپ کو ذلیل مت کرنا، اور اپنے آپ کو دشمن کے ہاتھ میں مت دینا۔ محنت اور جفاکشی سے کام لوگے تو دنیا میں تمہاری عزت اور آرام ہوگا اور آخرت میں ثواب۔ خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔ اسکے باوجود اگر تم ذلت پر راضی ہوئے تو اس سے بڑا کوئی نقصان نہیں ......"

اس تقریر سے فوج کا دل بڑھ گیا، اور وہ اس بہادری سے لڑی کہ اپنے سے آٹھ گنی فوج کو شکست دی اور اسلام کا بول بالا کیا، اور اس طرح تاریخ میں طارق بن زیاد کا نام ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا۔

طارق کی وفات شام میں ہوئی لیکن یہ نہیں معلوم کہ ان کی قبر کہاں ہے۔

سوالات

۱۔ جبل الطارق کا یہ نام کیوں پڑا؟

۲۔ مسلمانوں نے اسپین پر حملہ کیوں کیا تھا؟

۳۔ طارق کا نام اسلام کی تاریخ میں کیوں ہمیشہ زندہ رہیگا؟

۵۔ محمد بن قاسم

آٹھویں صدی کے شروع میں مسلمانوں نے جو بڑی بڑی فتوحات کیں، ان میں سے ایک کا حال تم پڑھ چکے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ اسپین کی فتح

Marfat.com

مسلمانوں کی بہت بڑی فتح تھی۔ اسی لئے تاریخ میں اس کے فاتح طارق بن زیاد کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس مشہور فتح کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مسلمانوں نے سندھ فتح کیا۔ اس سبق میں ہم تمہیں سندھ کے مشہور فاتح محمد بن قاسم کا حال بتائیں گے۔

جس زمانہ کا یہ ذکر ہے اس زمانہ میں مسلمانوں کے خلیفہ ولید اوّل تھے، اور ان کی طرف سے بصرہ میں حجّاج بن یوسف گورنر تھے۔ لنکا کے راجہ نے کچھ جہازوں میں بہت سے تحفے بھر کر حجّاج بن یوسف کے پاس بھیجے کہ وہ ان مسلمانوں کے بچوں اور عورتوں کو بانٹ دئے جائیں جو لنکا کے جزیرہ میں مر گئے تھے۔ راستہ میں دیبل کے مقام پر راجہ داہر کے سپاہیوں نے ان جہازوں کا مال لوٹ لیا۔ جب حجّاج نے یہ خبر سُنی تو راجہ داہر سے کہلوایا کہ اپنے سپاہیوں سے یہ مال واپس دلوا دو۔ راجہ نے کہا کہ تم خود آکر لے لو۔

اس پر حجّاج نے خلیفہ کی اجازت سے ایک فوج اس سے لڑنے کے لئے بھیجی۔ داہر نے اسے شکست دے دی۔ حجّاج نے پھر چھ ہزار سپاہی بھیجے۔ لیکن انھیں بھی شکست ہوئی۔ اس کے بعد حجّاج نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو سندھ کی مہم پر بھیجا۔ اس وقت محمد بن قاسم کی عمر ۱۷ سال کی تھی لیکن انھوں نے اپنی بہادری اور سمجھ داری سے پہلے ہی حملہ میں دیبل فتح کرلیا۔ اس کے بعد خندپور پر قبضہ کیا۔ اور تیسرے حملہ میں ارادل کا شہر فتح کرلیا۔ اس فتح سے مسلمانوں کے پاؤں سندھ میں جم گئے۔ اس شہر کو اپنی چھاؤنی بنا کر محمد بن قاسم اور آگے بڑھے، اور کئی مقامات فتح کرتے کرتے راجہ داہر کے پایۂ تخت امرور تک

پہنچ گئے۔ راجا داہر نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن وہ اس لڑائی میں مارا گیا سندھی فوج کو شکست ہوئی۔ اور مسلمانوں کا سارے سندھ پر قبضہ ہو گیا۔

اس کے بعد مسلمان اور آگے بڑھے، اور پنجاب کے بہت سے علاقہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے ملتان کو حکومت کا مرکز بنایا۔

ملک فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اُس کے انتظام کی طرف توجہ کی چونکہ مسلمانوں سے پہلے کے بادشاہ بڑے ظالم تھے۔ اور ان کی حکومت کا انتظام بھی اچھا نہیں تھا۔ محمد بن قاسم نے اِن لوگوں کے ساتھ نرمی اور انصاف کا برتاؤ کیا۔ انھیں ہر طرح کی آزادی دی، وہ بلا روک ٹوک اپنی مذہبی عبادت کر سکتے تھے۔

محمد بن قاسم نے حکومت کے کاموں میں سندھ کے رہنے والوں کو بھی شریک کیا۔ اور راجا داہر کے وزیر کو اپنا وزیر بنایا۔

لگان وصول کرنے میں بڑی نرمی برتی جاتی تھی، اور ہر ایک سے اتنا ہی لگان لیا جاتا تھا جتنا وہ آسانی سے دے سکے۔

لوگ اس سلوک سے اتنے خوش ہوئے کہ سرکاری فوج میں بھرتی ہونے لگے۔ طارق بن زیاد کی طرح اسلام کی تاریخ میں محمد بن قاسم کا نام بھی ہمیشہ باقی رہے گا۔ اسلئے کہ ۱۷ سال کے اس نوجوان سپہ سالار نے سندھ فتح کر کے اور یہاں امن و امان کے ساتھ حکومت قائم کر کے ہندوستان میں مسلمانوں کی آئندہ فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔

سوالات

۱۔ مسلمانوں نے سندھ پر حملہ کیوں کیا تھا؟

۲۔ محمد بن قاسم نے سب سے پہلے کونسا مقام فتح کیا؟
۳۔ سندھ پر مسلمانوں کی حکومت کس فتح کے بعد قائم ہوئی؟
۴۔ سندھ کے لوگ محمد بن قاسم سے کیوں خوش تھے؟
۵۔ اسلام کی تاریخ میں محمد بن قاسم کا نام کیوں خاص اہمیت رکھتا ہے؟

۶۔ سلطان محمود غزنوی

سلطان محمود غزنی کے بادشاہ سبکتگین کا بیٹا اور غزنی خاندان کا دوسرا بادشاہ تھا۔ سبکتگین کے انتقال کے بعد ۹۹۷ء میں تخت نشین ہوا اور ۳۴ سال تک حکومت کی اس ۳۴ سال کی حکومت میں ہندوستان پر سترہ حملے کئے اور ان حملوں میں سب سے پہلے اپنے باپ کے دشمن راجا جے پال کو شکست دی۔ ۱۰۰۸ء میں جب اس نے پنجاب پر حملہ کیا تو گوالیار، کالنجر، قنوج دہلی، اجمیر اور دوسری ریاستوں کے راجا مل کر اس کے مقابلے میں آئے۔ لیکن محمود غزنوی کے بہادر سپاہیوں نے انھیں شکست دی، چونکہ یہ بہت بڑی لڑائی تھی اس لئے اس میں فتح حاصل کرنے سے محمود غزنوی کی شہرت ساری اسلامی دنیا میں پھیل گئی۔ اور ہر طرف کے لوگ آآکر اس کی فوج میں بھرتی ہونے لگے۔ اور اس کی فوج بہت بڑی ہوگئی۔

اس فتح کے بعد محمود غزنوی نے نو یا دس حملے ہندوستان پر اور کئے اور ہر مرتبہ یہاں کے مشہور شہروں سے بے شمار دولت اور غلام لے گیا۔ سب سے

آخری حملہ اُس نے سومنات کے مندر پر کیا۔ اس مندر کے متعلق مشہور تھا کہ اس میں اس قدر خزانہ ہے کہ کئی بادشاہوں کے خزانے مل کر بھی اُس کی برابری نہیں کرسکتے۔ غرض محمود اپنی فوج لے کر ملتان اور اجمیر ہوتا ہوا سومنات پہنچا۔ اسکے مقابلہ کے لئے آس پاس کے سارے راجاؤں کی فوجیں جمع تھیں۔ انھوں نے محمود کی چھوٹی سی فوج دیکھی تو اس کی بے وقوفی پر ہنسنے لگے، ان کا خیال تھا کہ محمود ان راجاؤں کی اتنی بڑی فوج کا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ لڑائی شروع ہوئی تو راجپوتوں نے مسلمان فوج کو پیچھے ہٹا دیا۔ اگلے دن بھی مسلمانوں کو زیادہ کامیابی نہیں ہوئی اسی دن محمود نے دیکھا کہ ایک اور فوج راجاؤں کی مدد کے لئے آرہی ہے محمود نے جب یہ دیکھا تو خدا سے دُعا مانگی، اور اس کے سپاہیوں نے بڑی بہادری سے راجاؤں کی فوج کا مقابلہ کیا، اور اتنی جاں بازی سے لڑے کہ انھیں فتح ہوئی اور سلطان کو سومنات کے مندر میں سے اتنی دولت ملی کہ اس کا اندازہ مشکل ہے۔

ہندوستان کے حملوں سے محمود نے جو دولت حاصل کی اُسے علم و فن کی ترقی اور اپنے ملک کو خوبصورت بنانے میں صرف کی، اس کا بنایا ہوا شہر غزنی دنیا کا ایک بہت خوبصورت شہر سمجھا جاتا ہے۔ محمود کے زمانہ میں یہ شہر علم و فضل کا مرکز تھا محمود چونکہ علم کا بڑا قدردان تھا اس لئے اُس کے عہد میں بڑے بڑے اہلِ کمال اپنے وطن چھوڑ کر یہاں آگئے تھے اور محمود کی فیاضی سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ اسی کے زمانہ کا ایک بہت مشہور شاعر فردوسی ہے۔ اسے فارسی کا بہت اچھا شاعر سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کی کتاب شاہ نامہ فارسی کی چار بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔

Marfat.com

محمود بڑا منصف مزاج بادشاہ تھا۔ پنجاب کے جس علاقہ کو اُس نے اپنی سلطنت میں شامل کیا تھا۔ وہاں کی ہندو رعایا کے ساتھ اس کا سلوک بڑا اچھا تھا۔ انہیں ہرطرح کی آزادی تھی۔

محمود کا انتقال ۱۰۳۰ء میں ہوا اور اس نے ۳۳ سال حکومت کی۔

سوالات

۱۔ محمود نے ہندوستان پر کتنے حملے کئے؟

۲۔ سومنات پر اُس نے کیوں حملہ کیا تھا؟

۳۔ اپنی دولت محمود کس طرح خرچ کرتا تھا؟

۴۔ محمود کا برتاؤ اپنی رعایا کے ساتھ کیسا تھا؟

۷۔ سلطان صلاح الدین ایوبی

سلطان صلاح الدین مصر کی ایوبی حکومت کا بانی تھا۔ ۵۳۲ھ ہجری (۱۱۳۷ء) میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ نجم الدین ایوب اور چچا شیرکوہ عراق کے بادشاہ سلطان نورالدین کے اعلیٰ افسر اور مشیر خاص تھے۔ صلاح الدین کی تعلیم دمشق میں ہوئی جب وہ بڑا ہوا تو وہ بھی سلطان نورالدین کے دربار میں کام کرنے لگا۔ ۵۶۰ھ ہجری (۱۱۶۴ء) میں نورالدین نے شیرکوہ کو مصر فتح کرنے کے لئے روانہ کیا تو صلاح الدین بھی اپنے چچا کے ساتھ گیا۔ اسلامی فوج کی عیسائی فوج سے چار لڑائیاں ہوئیں اور ان میں عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ چونکہ عیسائیوں نے مصر پر زبردستی قبضہ کر رکھا

Marfat.com

تھا اس لئے ان کی شکست کے بعد مصر کی حکومت وہاں کے اصلی حکمرانوں یعنی فاطمی بادشاہوں کے ہاتھ میں آئی۔ بنی فاطمہ کے بادشاہ نے شیرکوہ کو اپنا وزیر بنا لیا لیکن اس کا بہت جلد انتقال ہو گیا۔ اس لئے ۵۶۵ھ ہجری میں صلاح الدین وہاں کا وزیر ہوا۔

اس نے وزیر ہوتے ہی سب سے پہلے مصر میں خلیفۂ بغداد کا خطبہ پڑھا، اور اس طرح عالم اسلامی کا جو شیرازہ اب تک بکھرا ہوا تھا، اس طرح اُسے یکجا کیا، فاطمی بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو بغداد کی حکومت اس کے ہاتھ میں آگئی اور وہ یہاں نور الدین کے گورنر کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ نور الدین کے انتقال کے بعد جب اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا تو امیروں نے اسے کٹ پتلی کی طرح نچانا شروع کر دیا۔ یہ حالت دیکھکر صلاح الدین نے مصر کو بھی اپنی حکومت میں ملا لیا اور اب اس کا وہ کام شروع ہوا جس کے لئے اُس کا نام تاریخ اسلام میں سنہرے حروف میں لکھا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے آپس کے جھگڑوں نے ہمسایہ عیسائی حکومتوں کی ہمت بڑھا دی تھی۔ یہاں تک کہ انھوں نے بیت المقدس کو جو پانچ سو سال سے مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اُن سے چھین لیا۔ یورپ کی حکومتیں ان عیسائی حکومتوں کی مدد کر رہی تھیں۔ اور ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ سلطان صلاح الدین نے یہ طے کر لیا کہ عیسائیوں کے اس فتنہ کا خاتمہ کر کے مسلمانوں کی کھوئی ہوئی قوت دوبارہ حاصل کرے گا۔ اس تہیّہ کے بعد اس نے ۵۷۸ھ ہجری میں ان سے لڑائیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۴ سال تک اُن سے برابر لڑتا رہا۔ انھیں ہر جگہ شکست دی۔ اُن سے ایک ایک شہر چھین لیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس بھی ان سے لے لیا۔

Marfat.com

عیسائیوں نے اس جنگ کی بڑی بڑی تیاریاں کی تھیں، لیکن سلطان صلاح الدین کی قوت اور بہادری کے آگے اُن کی ایک نہ چلی اور آخر انھیں ۵۸۸ھ ہجری میں حلف نامہ لکھ کر مصالحت کرنی پڑی۔ اس فتح پر کوئی ایک سال بعد ۵۸۹ھ ہجری ۲۷ صفر کو ۵۷ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

صلاح الدین کی شجاعت، عدل، کرم اور تقویٰ مشہور تھا، وہ حد درجہ سخی تھا اور نرم دل تھا۔ جس زمانہ میں صلیبی جنگیں ہو رہی تھیں، کوئی سردار فرنگی فوج میں سے ایک دودھ پیتے بچے کو اٹھا لایا۔ اس کی ماں روتی ہوئی سلطان کے پاس آئی۔ سلطان اس کا حال سُنکر تڑپ گیا۔ بچہ کو فوج میں تلاش کروایا تو معلوم ہوا کہ وہ بیچ دیا گیا ہے۔ دام دے کر واپس منگایا، بچّہ کو ماں کے سپرد کیا اور اسے سوار کرا کے عزت کے ساتھ واپس پہنچا دیا۔

سلطان کی فوج اس کی بڑی فرماں بردار تھی۔ اس سے دل سے محبت کرتی تھی۔ سلطان نے کبھی دولت کو عزیز نہ رکھا۔ یہاں تک کہ جب اس کا انتقال ہوا تو اُس کے خزانۂ خاص میں صرف ایک دینار تھا اور ۴۷ درہم۔ سلطان علم و فضل کا بڑا قدر دان تھا، اور عالموں کے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔

سوالات

۱۔ عیسائی حکومتوں کی ہمت کیوں بڑھ گئی تھی؟

۲۔ اسلامی تاریخ میں سلطان صلاح الدین کی کیا اہمیت اور رتبہ ہے؟

۳۔ سلطان میں کیا کیا خوبیاں تھیں؟

Marfat.com

۸۔ ظہیر الدین بابر

بابر مغلیہ خاندان کا پہلا بادشاہ تھا۔ وہ فرغنہ کے حکمران عمر شیخ مرزا کا لڑکا تھا جس کا سلسلہ چوتھی پشت میں امیر تیمور سے ملتا ہے۔ بابر ۲۴ر فروری ۱۴۸۳ء کو پیدا ہوا تھا۔ ابھی اس کی عمر بارہ سال کی تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ اور حکومت اس کے ہاتھ میں آئی۔ ایک تو کم عمر اور ناتجربہ کار تھا۔ دوسرے اس کے باپ کے دشمن ہر طرف پھیلے ہوئے تھے، پھر بھی یہ اتنا بہادر تھا کہ دشمنوں کی دشمنی کی پرواہ نہ کی، اور بہادری سے اس کا مقابلہ کیا، اور تخت نشینی کے دو سال بعد سمرقند فتح کیا۔ لیکن خود فرغنہ میں سخت بغاوت تھی۔ اس لئے بہت دن تک اِدھر اُدھر رہنا پڑا، لیکن آخر رفتہ رفتہ کابل، غزنہ اور آس پاس کے علاقے اسکے قبضہ میں آگئے۔

اس زمانہ میں ہندوستان کی حالت بہت بُری تھی۔ دہلی کی سلطنت کا اثر بہت کم ہو گیا تھا۔ اور ہر طرف چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں قائم ہو رہی تھیں۔ انہی حالات میں دولت خاں لودی اور میواڑ کے راجا سنگرام سنگھ نے بابر کو ہندوستان آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اس نے چار مرتبہ ہندوستان پر حملہ کیا، اور ہر مرتبہ مقامی حکمرانوں کو شکست دے کر مال و دولت لے کر چلا گیا۔ پانچویں بار ۱۵۲۶ء میں آیا تو پھر واپس نہیں گیا۔ پہلے پنجاب پر قبضہ کیا پھر دہلی کا رخ کیا، اس کے مقابلہ کے لئے ابراہیم لودی نے ایک لاکھ فوج اور ایک ہزار ہاتھی لاکر پانی پت کے میدان میں سجائے۔ بابر کی فوج اس کے مقابلہ میں صرف بارہ ہزار تھی۔ لڑائی ہوئی تو بابر کو فتح ہوئی۔ یہ لڑائی تاریخ میں اس لئے اہم ہے کہ

Marfat.com

اس کی فتح سے ہندوستان کی حکومت مغلوں کے ہاتھ میں آئی۔

فتح کے بعد جو خزانہ ہاتھ آیا اس میں سے فوج کے سرداروں اور سپاہیوں کو انعام و اکرام دئے۔ بخارا اور سمرقند میں اپنے خاندانی بزرگوں کو تحفے بھیجے۔ کابل کی رعایا کے ایک ایک بچے کو تحفے ملے۔ اس کے بعد حکومت کے کاموں کی طرف متوجہ ہوا۔ ہر چیز درست کی۔ اچھی اچھی عمارتیں بنوائیں، اور خوبصورت باغ لگوائے اور دیکھتے دیکھتے آگرہ کو حسن میں کابل و قندھار کا نمونہ بنا دیا۔

راجپوتوں کا خیال تھا کہ بابر اس مرتبہ بھی مال و دولت لے کر واپس چلا جائیگا لیکن جب وہ نہ گیا تو انھوں نے اس سے لڑنے کی پھر تیاریاں کیں، اور آخر ۱۶ مارچ ۱۵۲۷ء کو اس کا مقابلہ راجپوتوں کی ایک بہت بڑی فوج سے ہوا لیکن اس میں بھی بابر کو فتح ہوئی، اور اس وقت سے دہلی کی مستقل سلطنت کی بنیاد پڑ گئی۔

بابر نے اتنی آسانی سے اتنے بڑے ملک کو اس لئے فتح کر لیا کہ اس میں زندگی کی سختیوں کو برداشت کرنے کی بے مثال قوت اور ہمت تھی۔

بابر کی موت کا واقعہ عجیب ہے اس کا بیٹا ہمایوں بیمار ہوا۔ لیکن کسی دوا سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بزرگوں نے کہا کہ جو چیز آپ کو سب سے پیاری ہو اسے بیٹے پر قربان کیجئے۔ بابر نے سوچا جان سے پیاری کیا چیز ہے، یہ کہہ کر اٹھا اور تین دفعہ بیٹے کے گرد پھر کر کہا "اے اللہ! اس کی بلائیں نے اپنی جان پر لے لی" اس کے بعد سجدہ کیا اور دیر تک بارگاہ الٰہی میں دعا مانگتا رہا۔ خدا کی قدرت کہ بیٹا اسی وقت سے اچھا ہونے لگا اور یہ بیمار ہوا، اور اسی بیماری میں سنہ ۱۵۳۰ء میں انتقال ہوا۔ لاش کابل بھیجی گئی اور وہیں اس کا مقبرہ بنا۔

Marfat.com

سوالات

۱- بابر کے والد کے انتقال کے بعد ہر طرف فتنہ و فساد کیوں شروع ہو گیا؟
۲- اس کی کیا وجہ ہے کہ بابر کو اپنے دشمنوں پر ہمیشہ غلبہ حاصل ہوتا تھا؟
۳- ہندوستان کی تاریخ میں پانی پت کی پہلی لڑائی کی کیا اہمیت ہے؟

۹- ٹیپو سلطان

اب سے کوئی دو سو برس پہلے کی بات ہے۔ میسور میں نواب حیدر علی کی حکومت تھی۔ ٹیپو سلطان اسی کا بیٹا تھا۔ ۱۷۵۲ء میں پیدا ہوا اور ایک بزرگ ٹیپو مستان کے نام پر ٹیپو نام رکھا گیا۔ حیدر علی نے ٹیپو کی تعلیم بڑی توجہ سے کرائی اور پندرہ برس کی عمر تک ٹیپو نے خوب اچھی طرح سے لڑائی کا فن سیکھ لیا اور باپ کے ساتھ ان لڑائیوں میں شریک ہونے لگا جو اسے انگریزوں سے لڑنی پڑتی تھیں۔ ۱۷۸۰ء میں بارہ ہزار سوار اور توپ خانہ ساتھ لے کر ٹیپو نے انگریزوں کے علاقہ پر حملہ کیا اور انگریزی فوج کو شکست دے کر اس کا سب سامان چھین لیا۔ یہ ٹیپو کی پہلی بڑی فتح تھی۔

اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد حیدر علی کا انتقال ہو گیا اور سلطنت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں آئی۔ انگریزوں کو موقع ملا تو انھوں نے ٹیپو کے ایک سردار ایاز کو لالچ دے کر ٹیپو کے کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ ٹیپو اسے سزا دینے کے لئے فوج لے کر آگے بڑھا۔ وہ تو بھاگ گیا لیکن ٹیپو کی مڈبھیڑ انگریزی فوجوں سے ہو گئی۔ انگریز ایک قلعہ میں بند ہو گئے۔ ٹیپو نے ۱۸ دن کی لڑائی کے بعد یہ قلعہ

Marfat.com

فتح کرلیا۔ اس فتح کے بعد ٹیپو اور آگے بڑھا تو اس کا مقابلہ ایک دوسری انگریزی فوج سے ہوا۔ لیکن ٹیپو نے اس فوج کو بھی شکست دی۔ ان کا بہت سا سامان اس کے قبضہ میں آیا اور بہت سے انگریز افسر گرفتار ہوئے۔ سلطان ٹیپو نے اس فتح کی خوشی میں اپنے سپاہیوں کو سونے کے کڑے اور موتیوں کے ہار انعام میں دئے۔ انگریز اب ٹیپو سے اتنے ڈر گئے کہ انھوں نے کھلے میدان میں اس کا مقابلہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا۔ صلح کے لئے ایک کرنل کو اس کے پاس بھیجا اور اس کے ہاتھ بہت قیمتی تحفے بھیجے۔ سلطان نے تحفے قبول کر لئے اور انگریز قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

جب انگریزوں کی طرف سے ذرا اطمینان ہوا تو سلطان نے ملک کے انتظام کی طرف توجہ کی۔ اس کی اس زمانہ کی زندگی کا نقشہ ایک مورخ نے اس طرح کھینچا ہے کہ "سلطان بہت سویرے سو کر اٹھتا تھا، صبح کی نماز کے بعد کلام پاک کی تلاوت کرتا تھا، اس کے بعد ناشتہ کرتا تھا، ناشتہ کے وقت ضروری خط لکھواتا تھا، اس کے بعد فوج کا معائنہ کرتا تھا۔ رات کو سونے سے پہلے کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔ کپڑے بہت سادے پہنتا تھا۔ کمر میں ہر وقت پیش قبض اور تلوار لگائے رکھتا تھا۔ کھانا بھی بہت سادہ کھاتا تھا۔ اس زمانہ میں اس نے دنیا کے سب مسلمان بادشاہوں سے تعلقات قائم کر لئے تھے۔ فرانس کے مشہور جنرل نپولین سے بھی اسکی دوستی تھی۔ انگریز نپولین سے بہت ڈرتے تھے۔ اس لئے ٹیپو کی اس سے دوستی کی خبر سے بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ ٹیپو کو ختم کرنے کی چالیں سوچنے لگے۔ انھوں نے چالاکی سے حیدرآباد کی ریاست اور پونا کی مرہٹہ حکومت کو ٹیپو کے خلاف لڑنے پر آمادہ کر لیا۔ سلطان کو یہ معلوم ہوا تو اس نے نظام پر حملہ کر کے اس کے قلعہ پر قبضہ

Marfat.com

کرلیا۔ اس کے بعد مرہٹوں کو ایک رات شکست فاش دی۔ لیکن مرہٹے اب بھی لڑائی کی تیاریاں کرتے رہے۔ سلطان بھی غافل نہیں تھا اس نے پھر ان پر حملہ کیا اور انھیں دوبارہ شکست دی۔

جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو سلطان سری رنگ پٹن جا کر ملک اور فوج کے انتظام میں لگ گیا۔ لیکن اسی درمیان میں کالی کٹ اور مالابار کے قلعہ داروں نے سرکشی کی، تو ٹیپو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ انگریزوں نے ان قلعہ داروں کی مدد کی۔ کئی دن تک لڑائی ہوئی۔ انگریزوں نے دیکھا کہ سلطان سے جیتنا مشکل ہے تو رات کے وقت جان بچا کر بھاگ گئے۔ اور سارے قلعوں پر سلطان کا قبضہ ہو گیا۔ بہت سے انگریزی سپاہی قتل ہوئے۔

اب انگریزوں نے ایک اور چال چلی۔ ایک انگریز ایک پیر کا بھیس بدل کر ریاست میں رہنے لگا۔ اس نے ہارے ہوئے سرداروں اور قلعہ داروں کو ہمت دلا کر سلطان کے خلاف لڑائی پر آمادہ کیا۔ عام لوگوں کو روپیہ کا لالچ دے کر انھیں اپنا ہم خیال بنا لیا۔

اب ٹیپو نے پھر ملکی انتظام کی طرف توجہ کی، اور میر صادق نامی ایک شخص کو وزیر مقرر کیا۔ میر صادق بڑا مکار آدمی تھا۔ وہ انگریزوں سے مل گیا۔ اور اپنی چالوں سے ملک میں بدامنی پھیلانے لگا۔ انگریز تو اسی انتظار میں بیٹھے تھے۔ انھوں نے ٹیپو پر حملہ کرنے کے لئے بہت بڑی فوج ترتیب دی۔ سلطان بھی اپنی فوج لے کر میدان میں آ گیا۔ لیکن بہت سے سردار انگریزوں سے مل گئے تھے، اس لئے سلطان جو حکم دیتا اس کی تعمیل نہ ہوتی، اور اس کی فوج کے سارے بھید انگریزوں کو معلوم

Marfat.com

ہو جاتے۔ پھر بھی بہادر سلطان برابر لڑتا رہا۔

لڑائی ہو رہی تھی، دوپہر کے وقت تھوڑی دیر کے لئے رُکی اور بادشاہ کھانا کھانے گیا، تو ملے ہوئے لوگوں نے قلعہ کی دیوار کا ایک حصّہ توپ سے اڑا دیا۔ سلطان یہ خبر سُنتے ہی باہر آگیا۔ اُسے لڑائی کے میدان میں لڑتے ہوئے مرنا پسند تھا اس لئے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا۔ دشمن کی ایک گولی آکر گھوڑے کے لگی تو وہ بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک گولی سلطان کی پنڈلی میں لگی، لیکن وہ آگے بڑھتا رہا۔ پھر ایک گولی اُس کے بائیں بازو میں لگی۔ لیکن وہ اب بھی برابر آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں اس کے وفادار سپاہی انگریزوں کو قلعہ میں داخل ہونے سے روک رہے تھے، سپاہیوں نے اپنے سلطان کو قریب دیکھا تو وہ اور بھی دلیری سے لڑنے لگے۔ سلطان بھی برابر تلوار چلاتا رہا لیکن جب زخموں سے چُور ہو گیا تو گر پڑا، پھر بھی تلوار ہاتھ سے نہیں چھوڑی۔ ایک انگریز سپاہی نے سلطان کو یوں پڑے دیکھا تو اس کی کمر میں لگا ہوا قیمتی خنجر نکالنے لگا، سلطان نے لیٹے لیٹے اس پر تلوار کا وار کیا تو اس کا گھٹنا کٹ گیا۔ سپاہی نے سلطان پر گولی چلائی، وہ اس کی کنپٹی کے آرپار ہو گئی اور بہادر سلطان اس دُنیا سے رخصت ہوا۔

سوالات

۱۔ ٹیپو سلطان کون تھا؟

۲۔ انگریز اُس سے کھلے میدان میں کیوں نہیں لڑتے تھے؟

۳۔ ٹیپو سلطان کی آخری شکست کی کیا وجہ تھی؟

۴۔ ٹیپو سلطان کی کون کون سی خوبیاں تمہیں پسند ہیں؟

Marfat.com

۱۰۔ کمال اتاترک

مصطفےٰ کمال پاشا کا نام بھلا کس مسلمان نے نہیں سنا۔ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ترکی کی کھوئی ہوئی عظمت اسے پھر واپس دلائی۔ اور جو ملک دوسروں کی خرابی کی وجہ سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ گیا تھا اُسے پھر آزادی کی دولت سے مالامال کیا۔

مصطفےٰ کمال کے والد ترکی کے شہر سلانیکا کے ایک معمولی تاجر تھے۔ یہیں مصطفےٰ ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ لیکن ابھی اُن کی عمر بہت تھوڑی تھی کہ اُن کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کی پرورش ان کی ماں کے سپرد ہوئی۔ ماں چونکہ انھیں عالم بنانا چاہتی تھیں اس لئے ایک مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ لیکن وہاں ان کا جی نہ لگا۔ اور وہ اس کے بجائے ایک فوجی مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ یہاں انھوں نے اتنی محنت کی اور امتحان اتنے اچھے نمبروں سے پاس کیا کہ ان کے استاد نے اُن کے نام کے آگے کمال کا لفظ بڑھا دیا اور وہ مصطفےٰ کمال ہو گئے۔ اسکے بعد اس سے بڑے فوجی مدرسہ میں گئے، اور پھر وہاں کے بعد فوجی کالج میں داخل ہوئے۔ ان دونوں جگہوں پر بھی انھوں نے بڑے شوق اور دل دہی سے تعلیم حاصل کی۔ وہ دوسرے طالب علموں سے الگ تھلگ رہتے اور اپنا سارا وقت کتابیں پڑھنے میں گذارتے۔

جس زمانہ میں مصطفےٰ کمال کالج میں تھے، ان کی ملاقات ایسے نوجوانوں سے ہوئی جن کے دل میں اپنے وطن کی محبت تھی، اور وہ اس کی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ اس جماعت کے لڑکے یہ تدبیریں سوچا کرتے تھے کہ بادشاہ

کی وجہ سے ملک میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں انھیں دور کریں، اس لئے پولیس ان کی نگرانی کرنے لگی۔ اسی دوران میں امتحان ہوا اور مصطفےٰ کمال اچھے نمبروں سے پاس ہوئے اور انھیں کپتان کا عہدہ مل گیا۔ اب قسطنطنیہ میں ایک کمرہ میں رہنے لگے۔ یہیں ان کے نوجوان ساتھی بھی جمع ہونے لگے۔ راتوں کو اس مکان میں اس جماعت کے جلسے ہوا کرتے تھے۔ ایک رات کو یہ لوگ جلسہ کر رہے تھے کہ پولیس نے آکر سب کو گرفتار کر لیا۔ اور سب کو قید خانہ میں ڈال دیا۔

ایک رات کو ترکی کے وزیر جنگ نے مصطفےٰ کمال کو اپنے پاس بُلایا اور کہا کہ بادشاہ نے تمہارا قصور معاف کر دیا ہے۔ تم فوراً فوج کے ساتھ دمشق چلے جاؤ۔ دمشق جاکر مصطفےٰ کمال کو باغیوں سے جنگ کرنی پڑی۔ اس نے باغیوں کو شکست دی اور جب فرصت ملی تو پھر اپنی جماعت "وطن" کا کام شروع کر دیا۔

اسی زمانہ میں بادشاہ کو تخت سے اتار کر لوگوں نے ایک نئی حکومت قائم کر لی۔ اس کا سارا انتظام انور پاشا کے ہاتھوں میں تھا۔ لیکن یہ زمانہ ترکی کے لئے بڑا نازک تھا۔ اسی زمانہ میں بلقان کی ریاستوں نے بغاوت کر دی اور یونان نے ترکی سے اس کا جزیرہ کریٹ چھین لیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد طرابلس اور بلقان کی لڑائی شروع ہو گئی اور مصطفےٰ کمال کو جنگ پر جانا پڑا۔ ترکوں کے پاس سمندری جہاز نہیں تھے اس لئے انھیں طرابلس جانے میں بڑی دقت ہو رہی تھی

Marfat.com

تھی۔ ترکی سپاہی حیران تھے کہ کیا کریں۔ اس حالت میں مصطفےٰ کمال نے بھیس بدلا اور اپنے دو دوستوں کو لے کر اسکندریہ پہنچ گئے۔ انھیں وہاں پہنچ کر اطلاع ملی کہ بلقان والوں نے ترکی پر حملہ کر دیا ہے اس لئے وہ فوراً قسطنطنیہ واپس آگئے۔ انھیں گیلی پولی کے مقام پر افسر بنا کر بھیج دیا گیا۔ اگر یہ جگہ دشمنوں کے قبضہ میں آجاتی تو ترکی کو ایران، عرب اور شام سے کوئی مدد نہ ملتی۔ کمال نے وہاں پہنچ کر اپنی فوج کو اس طرح تیار کر لیا کہ دشمن ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔

انور پاشا مصطفےٰ کمال کی بہادری اور طاقت سے ڈرتے رہتے تھے۔ وہ سوچتے تھے کہ کہیں وہ ان کی جگہ نہ لے لیں۔ اسلئے اس نے انھیں ترکی کے سفیر کے ساتھ صوفیہ بھیج دیا۔ یہاں رہ کر مصطفےٰ کمال کو پڑھنے کا خوب موقع ملا۔ مصطفےٰ کمال ابھی یہاں تھوڑے ہی دن رہے تھے۔ کہ ۱۹۱۴ء میں یورپ کی بڑی لڑائی شروع ہو گئی۔ مصطفےٰ کمال چاہتے تھے کہ ترکی لڑائی میں شریک نہ ہو۔ لیکن جب وہ شریک ہو گیا تو پھر ان کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اس کی طرف سے نہ لڑتے۔ چنانچہ ان کی خواہش پر انھیں ایک جرمن جرنیل کی ماتحتی میں درِ دانیال بھیج دیا گیا۔ مصطفےٰ کمال نے یہاں ایسی بہادری دکھائی کہ اُن کے سپاہیوں کی ہمت بڑھ گئی۔ یہیں کا قصہ ہے کہ کمال ایک خندق کے پاس بیٹھے

Marfat.com

تھے ، دشمن کا ایک گولہ ان کے پاس آکر گرا ، اس کے بعد دو تین گولے اور آئے ، لیکن وہ وہاں سے نہ ہٹے کہ ایسا کرنے سے ان کی فوج کا دل کمزور ہو جائے گا۔

اس جگہ انگریزوں اور ترکوں کی فوجیں کئی مہینے سے پڑی تھیں ، کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ آخر ایک رات کو انھوں نے اپنی فوج کو تیار کیا ، اور رات ہی کو وہ دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں۔ انگریز ہار گئے اور ہر طرف کمال کی بہادری کے چرچے ہونے لگے۔ ترکی حکومت نے اس وقت مصطفٰے کمال کو پاشا کا خطاب دیا۔ اس کے بعد انھیں شام بھیج دیا گیا۔

مصطفٰے کمال شام میں انگریزوں سے لڑ رہے تھے کہ ترکی میں سلطنت بدل گئی ، نئے وزیر مقرر ہوئے۔ انھوں نے مصطفٰے کمال پاشا کو قسطنطنیہ واپس بلا لیا۔ یہاں آکر کمال نے دیکھا کہ حالت بالکل بدلی ہوئی ہے۔ دردانیال کے سب اچھے قلعوں پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ یہ حالت دیکھ کر انھیں بڑا رنج ہوا اور وہ سب کام چھوڑ کر علیحدگی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ یہ سوچتے رہتے تھے کہ ان کے ملک کا حشر کیا ہو گا۔

اناطولیہ ترکی کا ایک صوبہ ہے ، وہاں کی پہاڑیوں میں کچھ

ترک چھپے رہتے تھے - وہ راتوں کو نکل کر انگریز فوجوں کو پریشان کرتے تھے۔ اس کی اطلاع ترکی کے بادشاہ کو ہوئی تو اس نے مصطفےٰ کمال کو اناطولیہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ اناطولیہ کے لوگ یہ چاہتے تھے کہ ان پر انگریزوں کی حکومت نہ ہو اس لئے مصطفےٰ کمال کے وہاں آنے سے بہت خوش ہوئے مصطفےٰ کمال نے بھی لوگوں کو سمجھانا شروع کیا کہ وہ انگریزوں سے نہ ڈریں اور اپنے ہتھیار ان کے حوالے نہ کریں۔ انگریزوں نے یہ دیکھا تو مصطفےٰ کمال کی شکایت بادشاہ کو لکھی بادشاہ انگریزوں سے ڈرتا تھا، اس نے مصطفےٰ کمال کو واپسی کا حکم دیا۔ لیکن انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تک اپنی قوم کی حکومت قائم نہیں ہو جائے گی میں نہیں آؤنگا۔ بادشاہ نے یہ سُنا تو انھیں ملازمت سے الگ کر دیا۔ اب لوگوں نے کمال کو اپنا لیڈر بنا لیا۔ کمال کی یہ بہادری دیکھی تو ترکی کے اور بہت سے بڑے بڑے افسر بھی اُن کے ساتھ آکر شامل ہو گئے۔ یونان والوں نے یہ موقع غنیمت جانا اور ترکی پر حملہ کر دیا۔

کمال اور اس کے ساتھی یونانی فوج کے مقابلہ کے لئے پہنچے اور بڑی سخت لڑائی کے بعد انھیں شکست دی۔ لیکن یونانی دوبارہ اور بڑی فوج جمع کر کے میدان میں آ گئے

Marfat.com

کمال کی فوج کے پاس سامان نہ تھا۔ لیکن اس میں ہمت تھی، بائیس دن گھمسان کی لڑائی ہوئی، اور اس میں ترکی کو فتح ہوئی۔ ترکی نے یونانیوں کا پیچھا کیا اور انھیں ترکی سے نکال باہر کیا۔

اس فتح کے بعد قوم نے کمال کو "غازی" کا خطاب دیا۔

جب کمال اس فتح کے بعد سمرنا کے شہر میں داخل ہوئے تو لوگ خوشی کے مارے ناچ رہے تھے۔ رات کو شہر بھر میں چراغاں کیا گیا۔ اب حکومت نام کو بادشاہ کے ہاتھ میں تھی کیونکہ سارا کام کمال کی پارٹی کے ہاتھ میں تھا۔ ان لوگوں نے ملک کا بڑا اچھا انتظام کیا، تجارت، صنعت وحرفت، ہر چیز کو ترقی دی، اور غریبوں کی غریبی دُور ہوئی، تعلیم ہر طرف عام ہوئی، ترکی کو گویا نئی زندگی ملی۔

کمال پاشا نے اپنی فوجوں کو بھی مضبوط بنایا اور فوجی تعلیم کے نئے نئے مرکز قائم کئے۔ پھر پولیس کا انتظام کیا۔ اس سارے کام میں انھیں پندرہ برس لگے۔ پندرہ برس بعد انھوں نے اپنے ملک کو آزادی تو دلادی، لیکن کام کی زیادتی کی وجہ سے اُن کی صحت خراب رہنے لگی۔ اور آخر تین مہینہ سے زیادہ بیمار رہنے کے بعد ۱۰ر نومبر ۱۹۳۸ء کو اُن کا انتقال ہوگیا۔

Marfat.com

سوالات

۱۔ مصطفےٰ کمال کس کے لڑکے تھے؟

۲۔ انھیں کمال کا لقب کس نے دیا؟

۳۔ پاشا کا خطاب انھیں کس انعام میں ملا تھا؟

۴۔ کمال پاشا سمرنا میں داخل ہوئے تو لوگوں نے خوشی کیوں منائی؟

Marfat.com

چوتھا باب
مشہور حکمران

۱۔ عبد الملک بن مروانؒ

خلفائے بنی امیہ میں عبد الملکؒ بے حد عقلمند، دور اندیش اور عالم و فاضل تھے۔ اور بڑے بڑے علماء کے ہم مرتبہ سمجھے جاتے تھے۔ امام شعبیؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ، میں نے اپنی زندگی میں علم میں کسی کو اپنے سے زیادہ نہیں پایا سوائے عبد الملکؒ کے۔ اُن سے جب کسی مسئلہ پر گفتگو ہوتی، تو میرے علم میں ضرور اضافہ ہوتا۔

جس وقت عبد الملکؒ خلیفہ ہوئے، اُس وقت ساری اسلامی دنیا میں ایک انتشار سا تھا۔ حجاز میں لوگوں نے عبد اللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔ عراق میں اس وقت تین فرقے تھے، وہ سب کے سب بنی اُمیہ کے خلاف تھے۔ لیکن اپنی عقل اور ہمت سے عبد الملکؒ نے اِن حالات پر قابو پالیا۔ اور رفتہ رفتہ سارے اسلامی ملکوں میں ان کی خلافت تسلیم کی گئی۔

عبد الملکؒ کے عہد میں برابر اندرونی شورشیں رہیں۔ اور اُسے بیرونی فتوحات کی طرف توجہ کرنے کا بہت کم موقع ملا۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ ملک تسخیر ہوئے۔ لیکن عبد الملکؒ نے اپنی شجاعت اور ہمت کی بدولت بیرونی ممالک تسخیر کرنے سے بھی بڑا کام یہ

Marfat.com

کیا کہ مسلمانوں میں جتنے باہمی تفرقے تھے انہیں مٹا کر سب مسلمانوں کو ایک علم کے نیچے لا کر جمع کیا۔

عبد الملکؒ کو اپنا یہ مقصد پورا کرنے کے لئے کبھی کبھی بڑی سختی سے کام لینا پڑا۔ لیکن وہ کہا کرتے تھے کہ اگر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو ایسے جاہل اور سرکش لوگوں سے سابقہ پڑتا تو وہ بھی وہی کرتے جو میں نے کیا۔

عبد الملک بن مروانؒ نے ۲۱ سال ڈیڑھ مہینہ خلافت کی، اور ۶۰ سال کی عمر میں ۱۵۔ شوال ۸۶ھ مطابق ۱۹۔ اکتوبر ۷۰۵ء کو دمشق میں وفات پائی۔

سوالات

۱۔ عبد الملکؒ کی صفات میں سب سے نمایاں کون سی صفت تھی؟

۲۔ عبد الملکؒ نے بیرونی ممالک تسخیر نہیں کئے۔ لیکن ان سے بڑا دوسرا کام کیا کیا؟

۲۔ عمر بن عبد العزیزؒ

عمر بن عبد العزیزؒ ۶۲ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد عبد العزیز بن مروان عبد الملک کے بعد ولی عہد تھے۔ لیکن ان ہی کی زندگی میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے عبد الملک کے بیٹے سلیمان بن عبد الملک کی وفات کے بعد ۹۹ سنہ ہجری میں یہی خلیفہ ہوئے۔ خلافت کی بیعت ہو جانے کے بعد شاہی سواری آئی لیکن آپ کو یہ شان و شوکت پسند نہ تھی۔ اس لئے اپنے معمولی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ لوگوں نے چاہا کہ اب وہ جا کر محل میں رہیں۔ لیکن آپ نے اپنے خیمہ میں جانا پسند کیا۔

مساوات اسلام کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔ لیکن لوگوں نے اسے بھلا رکھا

تھا عمر بن عبدالعزیزؒ نے اُسے اپنے طرز عمل سے دوبارہ زندہ کیا۔ اور اسلامی سیاست کو صحیح اسلامی تاریخ کے مطابق بنایا۔ اسی لئے عالموں نے اُن کا شمار خلفائے راشدین میں کیا ہے۔ اور اُنھیں دوسری صدی کا مجدد کہا ہے۔

اسلامی سلطنت کے صوبوں میں امیروں اور حاکموں نے اپنے لئے جو نذرانے مقرر کر رکھے تھے وہ انھوں نے سب بند کر دیئے۔ اور ظالم حاکموں کو اُن کی جگہوں سے الگ کر دیا۔

خراسان کے امیر یزید بن مہلب نے سلیمان کے زمانہ میں لکھا تھا کہ میں نے دو کروڑ درہم وصول کئے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بُلا کر حساب پوچھا، تو اس نے کہا، کہ میں نے تو یہ بات محض شہرت کی غرض سے لکھ دی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ سلیمان مجھ سے اس کا حساب نہیں پوچھے گا۔ خلیفہ نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کا ہے۔ تمھیں دینا پڑے گا لیکن جب وہ یہ رقم ادا نہیں کر سکا تو اُسے قید کر دیا۔

جان سے مارنا یا ہاتھ کاٹنا شرع کی رو سے صرف خاص خاص جرموں کی سزا ہیں ہیں لیکن ظالم حاکم بات بات پر اس طرح کی سزائیں دینے لگے تھے عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکم جاری کیا کہ خلیفہ کو اطلاع دیئے بغیر اس طرح کی سزائیں نہ دی جائیں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلافت سے پہلے بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے لیکن خلافت کے زمانہ میں اپنا روزانہ خرچ صرف دو درہم کر لیا تھا۔ لباس اور غذا میں انتہائی سادگی اختیار کی تھی۔ وہ شاہانہ شان و شوکت سے نفرت کرتے تھے انھوں نے اپنی خلافت کے زمانہ میں عدل و مساوات کا نمونہ قائم کر دیا تھا۔ جو خلافت راشدہ میں عام تھا۔ رعایا کے مال اور ان کے حقوق کی حفاظت ہر ممکن

Marfat.com

طریقہ سے کی۔ اُن کے ساتھ ایسی مہربانی سے پیش آئے، جیسے باپ اپنی اولاد سے پیش آتا ہے۔ اُن کے آرام کے لئے جا بجا سرائیں بنوائیں۔ اُن کے زمانہ میں خوش حالی اِس قدر عام تھی، کہ لوگ صدقہ لے کر فقیروں کی تلاش میں نکلتے تھے اور کوئی لینے والا نہ ملتا تھا۔

انھیں اپنی ذمّہ داری کا اِتنا احساس تھا کہ جب سے خلیفہ ہوئے برابر کمزور ہوتے گئے۔ اور ڈھائی سال بھی خلافت نہ کی تھی، کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ حالانکہ اُن کی خلافت کی مدّت بہت تھوڑی ہے۔ لیکن اِس مختصر مدّت میں بھی بہت سی اصلاحیں کیں۔ اور خلافت کو بالکل اُسی انداز پر ڈال دیا جیسی وہ خلفائے راشدین کے عہد میں تھی۔

۳۹ سال کی عمر میں ۱۰۱ سنہ ہجری میں وفات پائی۔ کُل ۲۱ دینار ترکہ چھوڑا۔ چند دینار کفن دفن میں خرچ ہوئے۔ اور باقی وارثوں میں تقسیم ہوئے

سوالات

۱۔ حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ نے اپنے عہدِ خلافت میں کیا کیا اصلاحیں کیں؟

۲۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ ہونے کے بعد دُبلے کیوں ہونے لگے تھے؟

۳۔ وہ اپنی بیوی کو کیسا سمجھایا کرتے تھے؟

۴۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے کردار کی کون کون سی خصوصیات تمھیں پسند ہیں؟

۳۔ خلیفہ منصورؒ

بہادری، اعلیٰ ہمتی، علم اور مدبری میں منصور سارے خلفاءِ عباسیہ میں ممتاز تھا۔ یوں تو اس سے پہلے اس سلسلہ کے کئی اور خلیفہ گذر چکے تھے لیکن صحیح معنوں میں اگر کوئی اس سلسلہ کا بانی کہا جا سکتا ہے، وہ منصور ہے اس لئے کہ اس نے خلفاءِ عباسیہ کا اقتدار قائم کیا۔ وہ سارے دن کام میں مصروف رہتا تھا۔ صبح سے عصر تک فوج کے انتظام اور رعایا کے ضروری معاملات کی دیکھ بھال میں لگا رہتا عصر کی نماز کے بعد اپنے خانگی معاملات کی طرف رجوع ہوتا۔ شام کو لوگوں کے ساتھ بیٹھتا اور مختلف معاملات پر گفتگو کرتا۔ عشاء کی نماز کے بعد ان خطوں اور رپورٹوں کو پڑھتا جو مملکت کے مختلف حصوں سے آتی تھیں۔ رات کے آخری حصہ میں اُٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتا۔ صبح کی نماز مسجد میں پڑھتا اور اُس کے بعد دربار میں آ کر کام شروع کر دیتا۔

منصور کی پیدائش ۱۰۱ سنہ ہجری میں ہوئی تھی۔ وہ ۳۵ سال کی عمر میں ۱۳۶ سنہ ہجری (۷۵۲ سنہ ء) میں خلیفہ ہوا۔

خلیفہ منصور کا رُعب لوگوں پر اس قدر تھا کہ جب تک وہ دربار میں رہتا، لوگ اُس کے ڈر سے کانپتے رہتے تھے۔ گھر میں یا لوگوں کی مجلس میں وہ لوگوں سے آزادی سے ہنستا بولتا تھا۔

منصور کا خیال تھا کہ سلطنت کی کامیابی کے لئے چار طرح کے آدمیوں کی سخت ضرورت ہے۔ ایک ایسے قاضی جو بلا رُو رعایت اور خوف کے معاملات کے فیصلے کریں

Marfat.com

دوسرے ایسے حاکم جو طاقتوروں کو کمزوروں پر ظلم و زیادتی نہ کرنے دیں تیسرے ایسے کارکن جو نرمی اور ایمان داری سے رعایا سے خراج وصول کریں۔ اور چوتھے ایمان دار پرچہ نویس جو سب کی خبریں صحیح صحیح خلیفہ کو لکھیں منصور نے اس کا انتظام کیا کہ ہر روز مختلف مقامات سے پرچہ نویس قاضیوں کے فیصلے عاملوں کی کارروائیاں اور بازار کے بھاؤ خلیفہ کو لکھ کر بھیجتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک عرب کو ایک جگہ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ لوگوں نے خلیفہ کو اطلاع دی کہ وہ اپنا زیادہ وقت شکار میں گزارتا ہے۔ منصور نے اُسے فوراً عہدہ سے الگ کر دیا اور لکھا کہ میں نے تمہیں رعایا کے انتظام کے لئے بھیجا ہے نہ کہ جانوروں کے شکار کے لئے۔

منصور کی کفایت شعاری تاریخ میں مشہور ہے۔ پُرانے کپڑوں میں جوڑ لگا کر پہنتا تھا۔

منصور کا انتقال ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ھ مطابق ۷ اکتوبر ۷۷۵ء کو ہوا۔

سوالات

۱۔ منصور کن کن خوبیوں کے لئے زیادہ مشہور تھا؟

۲۔ صحیح معنوں میں سلسلۂ عباسیہ کا بانی منصور کو کیوں کہنا چاہیے؟

Marfat.com

۴۔ ہارون الرشید

خلافت بنی اُمیّہ کے خاتمہ پر عباسیوں کی خلافت قائم ہوئی۔ خلیفہ مہدی اس خاندان کے تیسرے خلیفہ تھے۔ ہارون الرشید مہدی کے چھوٹے لڑکے تھے۔ ہارون کی عمر ۱۹ سال کی تھی کہ خلیفہ مہدی نے انھیں ۱۶۵ھ سنہ ہجری میں افریقہ کا امیر مقرر کیا۔ اس کے ایک سال بعد دس ہزار کے قریب فوج لے کر قسطنطنیہ پہنچا۔ اور ۱۶۶ھ سنہ ہجری میں اپنے بڑے لڑکے ہادی کے بعد اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ جب ہارون کی بہادری اور لیاقت ظاہر ہوئی، تو مہدی نے چاہا کہ اسے اپنے بڑے بیٹے ہادی سے پہلے خلافت کے لئے نامزد کرے لیکن اِس ارادہ کے پورا ہونے سے پہلے ہی مہدی کا انتقال ہوگیا۔ اِس کے بعد ہادی خلیفہ ہوئے۔ لیکن ایک ہی سال بعد اُن کا انتقال ہوگیا۔ تو ہارون الرشید ۱۷۰ھ سنہ ہجری میں خلیفہ ہوا — اِس وقت ہارون کی عمر ۲۵ سال کی تھی

ہارون کا زمانہ خلافتِ عباسیہ کا بہترین زمانہ خیال کیا جاتا ہے اِس کے عہد میں ملک میں دولت، علم و ادب، خوشحالی اور قومی طاقت کی جتنی ترقی ہوئی اِس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی اور اِس ترقی کا اثر آنے والے زمانہ میں اسلام کی ترقی پر پڑا۔

بغداد ہارون الرشید کی خلافت کا پایۂ تخت تھا۔ ہارون کے زمانہ میں شاہزادوں امیروں اور وزیروں کے محل اتنے شاندار تھے کہ سیاح انھیں دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ اِن عمارتوں کی مثال دنیا بھر میں نہیں ملتی تھی۔ ہارون کے وزیر

Marfat.com

کا نام جعفر بن یحییٰ تھا۔ اُس کے محل کی تعمیر میں بیس لاکھ درہم خرچ ہوئے تھے بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارے کنارے خوبصورت باغ تھے۔ اور ان کے آس پاس بلند و بالا عالی شان مکان اور پُرشکوہ مسجدیں۔ جن کے مینار آسمان سے باتیں کرتے تھے۔ دجلہ کے دونوں کناروں پر بیس لاکھ کی آبادی تھی۔

سمندر اور خشکی کے راستوں سے ساری دنیا کا مالِ تجارت یہاں بکنے آتا تھا۔ اور خلیفہ کی طرف سے تاجروں کی آسائش اور حفاظت کا اتنا انتظام تھا کہ قیمتی سے قیمتی مال بھی کوئی لوٹ نہیں سکتا تھا۔ دولت کا اندازہ اس سے کرو کہ صوبے اپنے اخراجات کرنے کے بعد خلیفہ کے پاس محصول کی جو رقم بھیجتے تھے، وہ چالیس کروڑ درہم سالانہ تھی۔ یہ سب رقم بیت المال میں جمع ہوتی تھی، اور اسی میں سے وزیروں، امیروں، افسروں اور فوجیوں کی تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ عام لوگ بھی آرام و آسائش اور خوش حالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔

بغداد علم و فن کا بھی مرکز تھا۔ دنیائے اسلام کا کوئی شخص کسی فن میں اُس وقت تک کامل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جب تک اُس نے بغداد جا کر تعلیم نہ حاصل کی ہو۔ اسلامی علوم کے علاوہ دنیا میں جتنے علم و فن تھے۔ ان سب کو عالموں نے عربی میں منتقل کر لیا تھا۔ اور انھیں مسلمانوں کو سکھاتے تھے۔

ہارون مذہب کا بڑا پابند تھا۔ فرض نماز کے علاوہ سو رکعت نماز روزانہ پڑھتا تھا۔ اور اپنے خاص مال میں سے ایک ہزار درہم خیرات کرتا تھا۔ ہارون کی فیاضی تاریخ میں ضرب المثل ہے۔

Marfat.com

ہارون ملکی انتظام کے علاوہ لڑائیوں میں بھی خود جاتا تھا، بلکہ اکثر آگے خود رہتا تھا۔ اور بڑی بہادری سے لڑتا تھا۔ اس کے مزاج میں مُروّت بھی بہت تھی لیکن غصّہ بھی اتنا زیادہ تھا کہ دشمن اُس سے کانپتے تھے۔

ہارون کو اپنی رعایا کا اتنا خیال تھا کہ وہ رات کے وقت بھیس بدل کر بغداد کے بازاروں میں گھومتا اور لوگوں کی حالت معلوم کرتا تھا۔ اِس طرح سب کے حالات معلوم کر کے بُروں کو اُن کی بُرائی کی سزا دیتا۔ اور ضرورتمندوں کی ضرورتیں پوری کرتا۔

ہارون الرشید میں جہاں اتنی بہت سی ذاتی خوبیاں تھیں وہاں اس کی فہم و فراست کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اُس نے اپنے خلافت کے زمانہ میں حکومت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں رکھی جو اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ اُس کے زمانہ میں برمکی خاندان کے لوگ وزارت اور حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز تھے۔ یہ خاندان علم و فضل میں تاریخ اسلام میں خاص مرتبہ کا مالک ہے۔ اِن میں نظم و نسق کی بھی ساری خوبیاں موجود تھیں۔

سنہ ۱۹۲ ہجری میں رافع بن لیث نے خراسان میں بغاوت کی۔ ہارون نے اپنے بیٹے محمد امین کو بغداد میں اپنا قائم مقام بنایا اور اپنے دوسرے بیٹے مامون کو ساتھ لیکر ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں بیمار ہو گیا۔ اور وہیں جمادی الثانی سنہ ۱۹۳ ہجری مطابق ۲۴ مارچ سنہ ۸۰۹ کو رات کے وقت انتقال کیا۔ ہارون کی مدت خلافت ۲۳ سال ۲ مہینے ۱۰ دن رہی۔ اولاد میں چار بیٹیاں اور بارہ بیٹے چھوڑے۔

Marfat.com

سوالات

۱- ہارون الرشید کس خاندان سے تعلق رکھتا تھا؟

۲- اُن کے زمانہ میں بغداد کی کیا حالت تھی؟

۳- ہارون کی کون کونسی خوبیاں ایسی تھیں جن کی وجہ سے بغداد کو اتنی ترقی ہوئی؟

۵- مامون الرشید

ہارون الرشید کی وفات کے بعد اُس کا بڑا بیٹا امین خلیفہ ہوا۔ چونکہ ہارون نے اپنی زندگی میں ہی یہ طے کر دیا تھا کہ امین کے بعد مامون خلیفہ ہوگا۔ اس لئے امین نے اپنے خلیفہ ہوتے ہی یہ کوشش شروع کر دی کہ مامون کی بجائے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنا دے۔ مامون نے اس بات کی مخالفت کی۔ اور اس پر دونوں بھائیوں میں خونریز لڑائی ہوئیں، اور امین دو سال ۸ مہینے تک خلافت کرنے کے بعد ۲۵ محرم ۱۹۸ھ ہجری مطابق ۵ ستمبر ۸۱۳ء کو بغداد میں قتل ہوا۔ اُس وقت مامون مرو میں تھا۔ وہاں کا حاکم فضل بن سہل چاہتا تھا کہ وہ وہیں رہے تاکہ سلطنت کا سارا کام کاج اس کے قبضہ میں رہے۔ فضل بن سہل کی یہ کوشش کامیاب ہوئی، اور وہ بغداد نہیں گیا۔

اِدھر امین کے قتل ہوتے ہی عراق میں مامون کے خلاف بغاوت ہوگئی۔ اُدھر عراق میں بغاوت ہوئی۔ اُدھر حجاز میں امام جعفر صادق کے ایک بیٹے کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ ایران کی سرحد سے یمن تک خانہ جنگی ہونے لگی۔ لیکن فضل بن سہل نے یہ ساری باتیں مامون سے چھپائیں۔ جب عراق میں صورتِ حال بہت نازک ہوگئی۔

تو مامون کو اصل حالات کا علم ہوا۔ بغداد اور آس پاس کے شہروں میں بھی بدامنی پھیل گئی تھی۔ دن دہاڑے لوٹ مار کی وارداتیں ہوتی تھیں۔ یہی حال عراق اور حجاز میں بھی تھا۔ ہر طرف بدامنی اور لوٹ مار کے سوا کچھ نہ تھا۔ مامون کو جب ان باتوں کی اطلاع دی گئی تو اُسے بڑا تعجب ہوا۔ اُس نے حالات معلوم کرنے کے لئے کچھ فوجی افسروں کو طلب کیا۔ جب فوجی افسروں سے بھی یہی باتیں معلوم ہوئیں تو اس نے بغداد کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ اور راستے کے مختلف شہروں میں ٹھہرتا ہوا وہ ۱۹۹ھ میں بغداد پہنچا۔ جب اُس کی سواری بغداد میں پہنچی، تو لوگوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔ راستے سجائے۔ اُچھے لباس پہنے اور "خوش آمدید" کے نعرے لگانے۔

بغداد پہنچکر مامون نے شہر کے انتظامات دُرست کئے۔ اور مختلف صوبوں میں مناسب حاکموں کا تقرر کیا۔ اور جہاں جہاں بغاوت اور بدنظمی تھی اُسے سختی سے دور کیا۔ باغیوں کے ساتھ اُس نے نرمی کا برتاؤ کیا۔ اسی زمانہ میں بنوعباس کے کچھ بڑے بڑے سرداروں نے مامون کے قتل کی سازش کی لیکن وہ سازش کھل گئی۔ تو مامون نے اُن کے سرداروں کو سخت سزائیں دیں۔ لیکن اس سازش میں شریک ہونے والے عام لوگوں کو معاف کر دیا گیا۔

مامون کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں بابک خرمی نامی ایک شخص نے مازندران کے پہاڑی علاقوں میں حکومت قائم کرلی تھی اور ان پہاڑیوں سے اُتر کر آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار مچاتا۔ اور اس کے آدمی مردوں کو قتل کر کے عورتوں کو اُٹھا لیجاتے۔ اُسے شکست دینے کے لئے کئی بار فوج گئی لیکن وہ کئی سال تک اُن فوجوں

کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر ایک مرتبہ جب مامون کی فوجوں نے اُسے گھیر لیا تو اُس بار بازنطینی حکمران سے معاہدہ کر کے اُسے اِس پر آمادہ کر لیا۔ کہ وہ عباسیوں پر حملہ کرے۔ چنانچہ اُس نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اس مرتبہ مامون نے فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ میں لی اور بازنطینیوں کو تین بار شکست دی۔

گرمی کے دنوں میں ایک دن مامون کئی گھنٹے تک دریا میں پیر ڈالے بیٹھا رہا اسی رات کو اُسے بخار آگیا۔ اور چند دن کی بیماری کے بعد اڑتالیس سال کی عمر میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے بیس سال خلافت کی۔ مرنے کے وقت اُس نے اپنے جانشین سے کہا کہ "وہ ہمیشہ رعایا کی بھلائی کا خیال رکھے۔ لوگوں کے ساتھ انصاف کرے اور کبھی قانون کی حد سے آگے نہ بڑھے"۔

تمام خلفائے عباسیہ میں "عفو و درگزر" میں کوئی مامون کا ثانی نہ تھا۔ وہ کسی کا قصور معاف کرتا تو اس کے بعد سجدہ کر کے خدا کا شکر ادا کرتا۔ خطاؤں کو معاف کرنے میں اُسے مزہ آتا تھا، اس لئے اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو معاف کرنے میں بھی تامّل نہ کرتا تھا۔

مامون علم و فضل کا بڑا قدردان تھا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم بہت بڑے عالم تھے انھیں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا۔ اور اُن کا بڑا ادب کرتا تھا۔ ایک دن رات کو انھیں پیاس لگی، تو خود اٹھ کر پانی پلایا۔ اور پھر ایک رات کو خود اُسے پیاس لگی، تو اِس طرح آہستہ آہستہ اٹھا کہ قاضی صاحب کی آنکھ نہ کھل جائے۔

شاعروں اور ادیبوں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اور معمولی معمولی بات پر ہزاروں لاکھوں

Marfat.com

درہم انعام دیدیتا تھا۔ دس ہزار درہم روزانہ صرف اس کے دسترخوان کا تھا۔ دوسروں کی رائے کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اگر اس کے کسی معاملہ میں غلطی ہوتی اور کوئی اُسے غلطی سے آگاہ کرتا تو فوراً مان لیتا تھا۔

مامون کا دورِ خلافت عربوں کی تاریخ کا بڑا شاندار زمانہ ہے۔ مامون کا خیال تھا کہ عام لوگوں کی خوشی علم و فن اور تمدن کی ترقی پر منحصر ہے۔ اِس لئے اِن چیزوں کی ترقی کی طرف پوری توجہ کی۔ اُس کا دربار سائنس اور ادب کے عالموں سے بھرا ہوا تھا۔ اور وہاں مختلف ملکوں اور قوموں کے فلسفی، ادیب اور طبیب موجود تھے اور اُسی زمانہ میں دنیا کے عُلوم کی بہت سی کتابوں کے ترجمے عربی میں ہونے، اور اسلامی ادب میں علم و فن کا بہت بڑا خزانہ داخل ہوگیا۔

سوالات

۱۔ امین اور مامون میں لڑائی کیوں ہوئی تھی؟

۲۔ مامون خلافت کے ابتدائی چند برس مَرو میں کیوں رہا؟

۳۔ مامون میں کیا کیا خوبیاں تھیں؟

۴۔ اُس کے عہدِ خلافت کی اسلامی تاریخ میں کیا اہمیت ہے؟

Marfat.com

۶۔ علاء الدین خلجی

دہلی کے بادشاہ جلال الدین خلجی کا بھتیجا۔ علاء الدین خلجی اکتوبر ۱۲۹۶ء میں تخت پر بیٹھا۔ اور کوئی بیس سال تک حکومت کی۔ اس مدت میں جنوب کے تھوڑے سے حصے کے سوا ہندوستان کے سارے حصہ پر اُس کی حکومت قائم ہوگئی تھی۔

اپنے دورانِ حکومت میں اس کا بہت سا وقت مغلوں کے حملوں کا مقابلہ کرنے میں گزرا۔ مغلوں نے پہلا حملہ ۱۲۹۷ء میں کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۰۷ء تک وہ برابر حملے کرتے رہے۔ لیکن علاء الدین کی فوجوں نے ہر دفعہ شکست دی۔ تو ۱۳۰۷ء کے بعد اُنھوں نے پھر حملہ نہیں کیا۔

جب علاء الدین تخت پر بیٹھا۔ تو دہلی کی سلطنت بہت چھوٹی تھی۔ چنانچہ اُس نے، سب سے پہلے ۱۲۹۷ء میں گجرات پر حملہ کرکے وہاں کے راجہ کو ہرا دیا۔ اور گجرات دہلی کی سلطنت میں شامل ہوگیا۔ اس زمانہ میں ہندوستان کے بہت سے حصوں پر راجپوتوں کی حکومت تھی۔ علاء الدین نے سب سے پہلے رنتھمبور کی ریاست ختم کی۔ اُس کے بعد چتوڑ، دھار، مانڈو، اُجین، چندیری اور جالور کی ریاستیں اپنی حکومت میں شامل کیں۔ اور اِس طرح ۱۳۰۵ء تک سارے شمالی ہندوستان پر حکومت قائم ہوگئی۔ اِس کے بعد اُس نے دکن کا رُخ کیا۔

دکن میں اس وقت تین ہندوستانی ریاستیں تھیں۔ دیوگری، ورنگل اور دوارسمدر۔ جب علاء الدین کا سپہ سالار ملک کافور فوجیں لے کر دیوگری پہنچا تو وہاں کے راجہ نے فوراً اطاعت قبول کرلی۔ ۱۳۰۹ء میں دوسری بار پھر فوجیں دکن گئیں اور ورنگل کے راجہ کو زیر کرکے اُسے سلطان کا مطیع بنالیا۔ اسی طرح تیسرے حملہ میں تیسرا راجہ ہار گیا۔ اور

Marfat.com

وہ بھی شاہ دہلی کا اطاعت گزار ہو گیا۔ ان تین بڑی ریاستوں کو دہلی کی سلطنت میں شامل کرنے کے بعد شاہی فوجوں نے دکن کے دوسرے علاقوں کی طرف توجہ کی۔ اور ۱۳۱۲ء تک مہاشٹر کا علاقہ بھی علاء الدین کے قبضہ میں آگیا۔

ان فتوحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ علاء الدین ایک بہادر سپاہی اور بہت اچھا سپہ سالار تھا لیکن ان خوبیوں کے علاوہ علاء الدین کی بڑی خوبی یہ تھی کہ اس نے ان علاقوں کو فتح کر کے ان میں اچھا انتظام کیا۔ اور حکومت میں امن و امان قائم کر کے رعایا کی بھلائی کی بہت سی اچھی اچھی باتیں کیں۔ ان میں سب سے اچھی بات یہ تھی کہ اس نے ضرورت کی ساری چیزوں کے بھاؤ مقرر کر دئیے تھے۔ اور یہ بھاؤ اتنے سستے تھے کہ آدمی تھوڑے سے دام خرچ کر کے اپنی ضرورتیں پوری کر سکتا تھا۔

علاء الدین قانون کی پابندی کا سخت پابند تھا۔ جو کوئی قانون کی خلاف ورزی کرتا تھا۔ اسے سخت سزا دی جاتی تھی۔ کوئی دوکاندار کم تولتا تو اس کے جسم سے اتنا ہی گوشت کاٹ لیا جاتا جتنا وہ کم تولتا۔ اس انتظام سے یہ فائدہ ہوا کہ بہت کم تنخواہیں دے کر فوج میں سپاہی ملازم رکھ لیتا تھا۔ اس طرح اس نے بہت بڑی فوج بنالی۔ جو ملک کے مختلف حصوں میں امن قائم رکھنے میں بادشاہ کی مدد کرتی تھی۔

۱۳۱۶ء میں علاء الدین کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے انتقال کے ساتھ خلجی خاندان کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اس لئے کہ اس کے بعد آنے والے حکمران نہ اس کی طرح بہادر تھے نہ عقلمند۔

سوالات

۱۔ علاء الدین کو بادشاہ ہوتے ہی سب سے پہلے کس چیز کا مقابلہ کرنا پڑا؟

۲۔ علاء الدین کی حکومت کہاں تک تھی؟

Marfat.com

سوال۔ فتوحات کے علاوہ علاء الدین خلجی نے لوگوں کی بھلائی کے لئے کیا کام کئے ؟

۷۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ

شاہ جہاں کا بیٹا محی الدین اورنگ زیب عالمگیر اس کی وفات کے بعد ۱۶۵۹ء میں تخت نشین ہوا۔ اُس وقت اُس کی عمر ۴۱ سال کی تھی۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد اورنگ زیب کو دو طرح کی چیزوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک تو ملک کے مختلف حصوں میں جو بغاوتیں پھیلی ہوئی تھیں، انھیں کچلنا۔ اور ملک میں امن قائم کرنا ضروری تھا۔ دوسرے لوگوں کی زندگی میں جو بُری بُری باتیں پھیلی ہوئی تھیں، اُن کی اصلاح کی طرف فوراً توجہ کی ضرورت تھی۔

عالمگیر چونکہ اسلام اور اُس کے اُصول کا سچا پیرو تھا۔ اور اپنے ہر کام میں اسلامی احکام کی پابندی کرتا تھا، اس لئے وہ چاہتا تھا کہ حکومت بھی انہی اصول اور احکام کے مطابق چلائے۔ اِسی لئے اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی شراب اور بھنگ پینے والوں جواریوں اور طوائفوں کے خلاف سخت حکم جاری کئے۔ وہ گانے کے بھی سخت خلاف تھا، اور اُس کا خیال تھا کہ اس طرح کی چیزیں انسان کا وقت ضائع کرتی ہیں اور اس میں وہ صلاحیت باقی نہیں رہتی جس سے ملک و قوم کی ترقی ہوتی ہے لوگ اس طرح کی دلچسپیوں میں مُبتلا ہو کر نہ حکومت کو مضبوط بنا سکتے ہیں نہ ملک میں امن وسکون پیدا کر سکتے ہیں۔ اِس لئے کہ ان بُری عادتوں میں پڑنے کے بعد انسان کی صحت اچھی نہیں رہتی اور صحت اچھی نہ ہو تو کام نہیں ہو سکتا۔ خود اورنگ زیب کی یہ حالت تھی

Marfat.com

کہ بڑھاپے میں بھی صبح سے شام تک کام کرتا تھا۔ زندگی بہت سادہ بسر کرتا تھا۔ اپنا وقت یا تو عبادت میں گذرتا تھا۔ یا سلطنت کے کاموں میں۔ اپنے خرچ کے لئے شاہی خزانے سے کچھ نہ لیتا تھا۔ بلکہ اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں سیتا تھا اور اس کے جو دام آتے تھے وہ اپنے خرچ میں لاتا تھا۔

عالمگیر حد درجہ منصف مزاج تھا اور اس معاملہ میں کسی کے ساتھ رُو رعایت نہ کرتا تھا۔ قصور اگر اُس کے بیٹے سے بھی ہو تو اُسے سزا دیتا تھا۔ ہندو مسلمان اس کے لئے برابر تھے۔ اُس نے اپنی ہندو رعایا کو اپنی فوج اور حکومت کے مختلف محکموں میں اونچے اونچے عہدے دیئے تھے۔ اور فوج کے ہندو افسر اور سپاہی اس کے اِس قدر مطیع اور فرماں بردار تھے کہ وہ اُس کے حکم پر راجپوت راجاؤں کی فوجوں سے لڑتے تھے۔ عالمگیر میں جہاں ایک طرف ایک اچھے حکمراں کی ساری خوبیاں موجود تھیں وہاں وہ ایک بہادر سپاہی بھی تھا۔ اپنے بادشاہ ہونے سے پہلے باپ کے حکم سے مختلف مہموں پر گیا، اور کامیاب لوٹا۔ وہ دشمن کا مقابلہ بڑی ہمت، دلیری اور جاں بازی سے کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک مُہم پر گیا۔ لڑائی کے دوران میں ظہر کی نماز کا وقت آگیا۔ وہ گھوڑے سے اُترا۔ اطمینان سے نماز ادا کی اور پھر لڑنے لگا۔ اُس کی یہی بہادری تھی جس نے اُس کی حکومت سارے ہندوستان میں پھیلا دی تھی۔ اپنی تقریباً پچاس برس کی حکومت میں اُسے بڑے بڑے دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ لیکن اس نے اُن سب کو زیر کیا، اور بہت سے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔

سب سے پہلے اُسے آسام اور اراکان پر فوج کشی کا حکم دینا پڑا۔ آسام اور اراکان کی ریاستوں نے مغل حکومت کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اورنگ زیب نے یہ حصے

ان سے واپس ملنے۔ اسی طرح سرحد کے قبیلے آئے دن بغاوت کرتے رہتے تھے۔ اورنگ زیب نے اس علاقہ کا انتظام اس حسن و خوبی سے کیا کہ اس کی زندگی میں ان لوگوں نے بغاوت نہیں کی۔

۱۶۷۹ء اور ۱۶۸۰ء میں اورنگ زیب کا مقابلہ راجپوتوں سے ہوا۔ راجپوت چاہتے تھے کہ اورنگ زیب کے بجائے اُس کا بیٹا تخت پر بیٹھ جائے۔ تخت کے لالچ میں آکر شہزادہ بھی راجپوتوں سے مل گیا لیکن اورنگ زیب نے اپنی بہادری اور ہوشیاری سے اس فتنہ کو دبایا۔ اور آخر راجپوتوں کو شہنشاہ سے صلح کرنی پڑی ۱۶۸۱ء میں اُودے پور کے مہارانا نے اپنے ملک کا کچھ حصہ بادشاہ کو دے دیا۔

اورنگ زیب کے عہد میں سکھوں نے بغاوت کی لیکن اورنگ زیب نے اُن کا سختی سے مقابلہ کیا اور ان کے فتنہ کو ہمیشہ کے لئے دبا دیا۔

شیواجی ایک مشہور مرہٹہ سردار تھا۔ دکن کے علاقوں میں اس کا بڑا اثر تھا۔ اس نے پہلے تو دکن کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر قبضہ کیا۔ پھر بیجاپور کی اسلامی ریاست سے لڑا اور اُسے اپنا مطیع بنا لیا۔ اور اس طرح اس کی طاقت بہت زیادہ بڑھ گئی اپنی اس کامیابی اور طاقت کے گھمنڈ پر شیواجی نے مغلوں کے علاقہ پر بھی حملے کرنے شروع کیے۔ اورنگ زیب نے اپنے سپہ سالار شائستہ خاں کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ شائستہ خاں نے شیواجی کو شکست دی۔ اور اس سے کئی قلعے چھین لیے۔ لیکن بارش شروع ہو جانے کی وجہ سے شائستہ خاں پونا چلا آیا۔ شیواجی نے رات کو اُس کے گھر پر چھاپا مارا اور شائستہ خاں کو جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد اورنگ زیب نے اپنے دو سپہ سالاروں کو شیواجی کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ان میں سے ایک کا

Marfat.com

نام جے سنگھ تھا۔ شیواجی کو یقین تھا کہ اس مرتبہ وہ ہار جائے گا۔ اس لئے اُس نے صلح کی درخواست کی۔ صلح ہو گئی۔ اور شیواجی ۱۶۶۶ء میں اورنگ زیب کے دربار میں حاضر ہوا۔ اورنگ زیب نے اُسے راجہ کا خطاب دیا۔ لیکن شیواجی ایک رات چھپ کر محل سے نکل گیا۔ اور ۱۶۷۴ء میں اپنے خودمختار راجہ ہونے کا اعلان کیا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اُس کا انتقال ہو گیا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد بھی دکن کی ریاستیں مغلوں کے تابع نہیں ہوئیں۔ اس لئے ۱۶۸۲ء میں اورنگ زیب خود دکن گیا۔ ۱۶۸۶ء میں بیجاپور کو اور ۱۶۸۷ء میں گولکنڈہ کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اس کے بعد اورنگ زیب نے مرہٹوں کی طرف توجہ کی۔ اور ۱۶۸۹ء میں اُن کے دارالسلطنت کو فتح کر لیا۔ لیکن اب بھی بہت سے قلعے مرہٹوں کے ہاتھ میں تھے۔ اورنگ زیب ۱۸ سال تک برابر ان سے لڑتا رہا اور آخر میں انھیں زیر کیا۔

۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب کا انتقال ہو گیا۔ اور مغلیہ سلطنت کی عظمت اس کے ساتھ ختم ہو گئی۔

سوالات

۱۔ اورنگ زیب حکومت کن اصولوں پر چلانا چاہتا تھا؟

۲۔ اُس نے لوگوں کی بہتری کے لئے کیا اصلاحیں کیں؟

۳۔ اورنگ زیب کی بہادری کے تمہارے پاس کیا ثبوت ہیں؟

Marfat.com

پانچواں باب

ائمہ، مشائخ و علماء

ا۔ ائمہ

ا۔ حضرت امام حسینؑ

حضرت امام حسینؑ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور حضرت علیؓ اور جناب فاطمہ زہرہؓ کے صاحب زادے تھے۔ آپ ۳ شعبان ۴ھ مطابق ۶۲۶ء بروز سہ شنبہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

ان کی زندگی مسلمانوں کے لئے ایمان و عمل کا بہترین نمونہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے ہر ایک کی زندگی صبر اور قناعت، ہمت اور استقلال، خدا پرستی اور نیک عملی، حق گوئی اور راستبازی، دلیری اور شجاعت، قربانی اور ایثار کی بہترین مثال ہے۔ حضرت امام حسینؑ بھی اہل بیت میں تھے۔ اس لئے یہی تمام خوبیاں اُن کی ذات مبارک میں بھی جمع تھیں۔ یہ درحقیقت ان بزرگوں کو خوبیاں اپنے جدّ امجد حضرت رسول اللہؐ سے ملی تھیں۔

کربلا کی جنگ کا واقعہ کس نے نہیں سُنا۔ ایک طرف حضرت امام حسینؑ اور اُن کے ۷۲ بہتر ساتھی تھے۔ اور دوسری طرف یزید کی بڑی فوج۔ حضرت

Marfat.com

امام حسینؑ حق پر تھے۔ اس لئے انھوں نے حق کی خاطر اپنے عزیز و اقارب شہید کرا دیئے۔ یہاں تک کہ خود بھی خدا کی راہ میں جان دیدی۔

جنگِ کربلا کی تفصیل یہ ہے کہ امام حسینؑ کے زمانے میں عرب، عراق شام اور دوسرے اسلامی ملکوں پر ایک ظالم اور بدکار بادشاہ کی حکومت تھی، جس کا نام یزید تھا۔ دمشق یزید کا دار السلطنت تھا۔ حضرت امام حسینؑ مدینہ میں رہتے تھے۔ جب یزید بادشاہ ہوا تو اس نے سُنا کہ مدینہ میں حضرت امام حسینؑ اس کی برائیوں کی وجہ سے اس سے سخت نفرت کرتے ہیں اور اس کو اپنا بادشاہ نہیں مانتے۔ تو اس نے مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ امام حسینؑ سے اطاعت کا حلف لو۔ جب یزید کا یہ پیام مدینہ کے گورنر نے امام حسینؑ کے پاس بھیجا تو آپ نے حلف اُٹھانے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ "مسلمانوں کا سردار صرف وہی شخص ہو سکتا ہے، جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے حکموں کو مانتا ہو، اور ان پر عمل کرتا ہو"۔ جب یہ جواب یزید تک پہنچا، تو وہ بہت ناراض ہوا۔ اور اُس نے طے کر لیا، کہ امام حسینؑ کو قتل کرا کے اس کانٹے کو اپنے راستے سے ہٹا دے گا۔

اس دوران میں امام حسینؑ کے پاس کوفہ کے مسلمانوں کے خطوط آئے کہ "آپؑ یہاں تشریف لائیے اور ہمیں یزید کی ظالم حکومت سے نجات دلائیے"۔ امام حسینؑ نے کوفیوں کی مدد کو اپنا فرض سمجھا۔ اور اپنے چند عزیزوں، دو جوان بیٹوں، چند جان نثاروں، عورتوں اور بچوں کی ایک جماعت کے ساتھ عراق کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ وہاں اُنھوں نے

کوفہ والوں کی فوج کا نام و نشان نہ پایا۔ حالانکہ انھوں نے وہاں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس حالت سے ظاہر ہو گیا کہ کوفیوں نے دغا اور غلط بیانی کی ہے۔

چنانچہ آپ نے دریائے فرات کے مغربی کنارے پر بہ مقام کربلا خیمہ نصب کیا یہیں یزید کی فوج نے جسے عبداللہ بن زیاد نے عمر و کے ماتحت بھیجا تھا۔ آپؑ کو آن گھیرا۔ کئی روز تک دشمن آپؑ کے خیمہ کو گھیرے رہے۔ لیکن اور کچھ ہمت نہ ہوئی تھی۔ اور آخر میں دریائے فرات کی طرف آمد و رفت بند کر دی جس کی وجہ سے حضرت امام حسینؑ اور اُن کے ساتھی پانی کے لئے تڑپنے لگے۔ آپؑ نے جتنی شرائط پیش کیں دشمن نے ایک نہ مانی۔ یہاں تک کہ آخر میں آپؑ نے فرمایا کہ اچھا میرے عزیزوں اور عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دو۔ صرف مجھ ہی سے نمٹلو اور اس جنگ کا خاتمہ کرو۔ لیکن مخالفوں کی سمجھ میں نہ آیا اور وہ اُسی طرح بدظنی پر آمادہ رہے۔ اور دشمن کی فوج نے اپنے تیروں سے امام حسینؑ کے ساتھیوں کو چُن چُن کر شہید کر دیا۔ امام حسینؑ میدان جنگ میں اکیلے رہ گئے۔ اُس وقت آپؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے، اور اپنے حرم، عورتوں اور بچوں کو اپنے مولیٰ تعالیٰ کی امان میں دیا اور شہداء کے لئے دعائے مغفرت کی۔ اور پھر لا بیان بہادری کے ساتھ دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ آپؑ کی شجاعت اور سپہ گری کا یہ عالم تھا کہ دشمن کی فوج میں گھُس کر جدھر حملہ کرتے میدان خالی ہو جاتا۔

آخر میں زخمی ہو کر زمین پر گر گئے۔ اور یہ دیکھ کر قاتل چاروں طرف سے

Marfat.com

آپؑ پر ٹوٹ پڑے۔ اور آپؑ کا سر مبارک جسم سے جُدا کر دیا۔ پھر کوفہ کے قلعہ میں سر مبارک لایا گیا پھر وہاں سے یزید کے پاس دمشق بھیجا گیا۔ بعد ازاں نیزوں پر مدینہ آیا۔ جہاں حضرت فاطمہ زہرارضہ کے برابر دفن کیا گیا۔ حضرت امام حسینؓ کے جسم مبارک کو قریب کے ایک گاؤں والوں نے کربلا میں دفن کر دیا۔

اس طرح اسلام کا یہ جان باز سپاہی اور پیغمبر اسلام کا چہیتا نواسہ ۱۰ محرم ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء بروز جمعہ جام شہادت نہایت جرأت وشجاعت سے نوش فرا کر اپنے نانا کی روح پاک سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○

سوالات

۱۔ حضرت امام حسین ع کی زندگی میں مسلمانوں کے لئے کیا سبق ہے؟

۲۔ حضرت امام حسین ع نے یزید کی اطاعت کیوں نہ کی؟

۳۔ کربلا کی جنگ کا انجام کیا ہوا؟

۲۔ امام جعفر صادقؒ

حضرت امام جعفر صادق رضہ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے روحانی پیشوا تھے جن کی تعلیم سے مسلمانوں نے مذہب اور روحانیت کا سبق سیکھا۔ آپ حضرت امام حسینؓ کے پرپوتے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۷ ربیع الاول ۸۰ھ مطابق ۶۹۹ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

حضرت امام جعفر صادق رضہ مسلمانوں میں چھٹے امام مانے جاتے ہیں۔ گو آپ سے پہلے آپ کے خاندان میں پانچ امام اور گزرے تھے۔ اُن اماموں کے نام یہ ہیں۔ حضرت

Marfat.com

علی رضؓ ۔ امام حسنؑ ۔ امام حسینؑ ۔ امام زین العابدینؒ ۔ امام محمد باقرؒ ۔ ان اماموں کو مسلمانوں کی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے ۔

انھوں نے دین کا علم براہِ راست جناب رسول اللہ صلعم سے حاصل کیا تھا ۔ امام جعفر صادق رضؓ بہت بڑے عالم اور فلسفی تھے ۔ وہ ایک عالی دماغ ، اور گہری سوچ رکھنے والے بزرگ تھے ۔ انھوں نے اسلام کی تعلیم کو عقل کے مطابق ثابت کیا ہے ۔

اسلامی علوم کی تعلیم دینے کے لئے انھوں نے مدینہ منورہ میں اپنا مدرسہ جاری کیا ۔ یہ مدرسہ اس قدر مشہور ہوا کہ دور دراز ممالک سے عالم اُن کے مدرسہ میں درس لینے آتے تھے ۔ امام حسن بصریؒ نے جنھوں نے بصرہ میں علم دین کا مدرسہ جاری کیا تھا ۔ اِن ہی کے مدرسہ میں تعلیم پائی تھی ۔ امام ابوحنیفہ رضؓ بھی امام جعفر صادق رضؓ ہی کے شاگرد تھے ۔

امام جعفر صادق رضؓ کے رُتبہ اور اُن کی علمی شان کا اندازہ تم اِس واقعہ سے لگا سکتے ہو ، جو تم نے خلیفہ منصور کے حال میں پڑھا ہے ۔

امام جعفر صادق رضؓ کی مدتِ امامت چونتیس ۳۴ سال تھی ۔ آپ نے ۱۵ رجب ۱۴۸ھ مطابق ۷۶۵ء بروز جمعہ مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا ۔ اور اپنے باپ دادا کے برابر جنت البقیع میں دفن ہوئے ۔

سوالات

۱ ۔ امام جعفر صادق رضؓ کا خاندان کس سلسلہ سے دنیا میں مشہور ہوا ؟

۲ ۔ امام جعفر صادق رضؓ نے علم دین کی کیا خدمات انجام دیں ؟

۳۔ امام ابوحنیفہؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ اسلام کے اُن عالموں میں ہیں جن کے احسان کو مسلمان کبھی نہیں بھول سکتے۔ یہ ہمارے علمِ فقہ کے بانی ہیں۔ فقہ اُس علم کو کہتے ہیں جس میں قرآن پاک اور احادیثِ نبوی کی مدد سے دینی مسائل کے فیصلے کئے گئے ہیں۔ روزہ نماز، حج، زکوٰۃ، وراثت، نکاح، اسلامی حکومت کے قوانین وغیرہ اس علم کے تحت آتے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے طے کئے ہوئے فقہی مسائل تقریباً بارہ سو برس سے تمام ممالک اسلامی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی عظیم الشان سلطنتوں میں ان ہی کے بتائے ہوئے مسائل کے مطابق سلطنت ہوتی ہے۔ اور آج بھی اسلامی دنیا کا بڑا حصہ ان ہی کے مسائل کا پیرو ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا نام نعمان تھا۔ کنیت ابوحنیفہؒ اور لقب امام اعظمؒ۔ ۸۰ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ سولہ سال کی عمر تک اُنھیں علم کی تحصیل کا کوئی خاص خیال نہ تھا۔ تجارت باپ دادا کے وقت سے گھر میں ہوتی آئی تھی۔ چنانچہ انھوں نے بھی کپڑا بننے کا کارخانہ قائم کیا۔ اور اسے بڑی لیاقت سے ترقی دی لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد طبیعت علم دین کی طرف متوجہ ہوگئی۔ کوفہ میں ایک عالم تھے جن کا نام حماد تھا۔ یہ اپنے وقت کے مشہور امام اور استاد تھے، کوفہ میں ان کا مدرسہ تھا۔ امام ابوحنیفہؒ بھی اس میں داخل ہوگئے اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ فقہ کے سلسلے میں ان کو حدیث اور قرآن کی تعلیم کی بھی تکمیل کرنی پڑی۔ کوفہ اور بصرہ میں حدیث کا علم حاصل کرنے کے بعد اس علم کی تکمیل کے لئے وہ مکہ

معظمہ گئے اور وہاں کے مشہور محدث عطا بن ابی رباح کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد مدینہ گئے اور وہاں کی محدثوں سے حدیث سیکھی۔ ان میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا نام قابلِ ذکر ہے۔ جو خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ امام ابو حنیفہ رح نے ان کے فرزند رشید حضرت امام جعفر صادق رض کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا۔ جو فضل و کمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

تحصیل علم کے بعد امام ابو حنیفہ رح کا فقہ میں وہ پایہ ہو گیا۔ کہ خود مکہ معظمہ میں جب کبھی جاتے تھے، تو اُن کی مجلسوں میں عرب حکماء کا ایسا جمگھٹ ہوتا تھا کہ تِل رکھنے کی جگہ نہ رہتی تھی۔ ان کی شاگردوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ اسپین کے سوا اسلامی دنیا کا کوئی حصہ نہ تھا جہاں ان کے پڑھائے ہوئے شاگرد فقہ کی تعلیم نہ دے رہے ہوں۔ اس طرح ان کا اثر تمام اسلامی دنیا پر چھا گیا۔ عراق میں تو ان کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی، کہ خود خلیفۂ وقت منصور کو یہ خوف پیدا ہونے لگا کہ کبھی یہ حکومت سے ٹکر نہ لے بیٹھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے ان کو بغداد کا قاضی بنانا چاہا، تاکہ حکومت کے تنخواہ دار ملازم ہو جائیں۔ پھر حکومت کو ان سے کوئی ڈر نہ رہے گا۔

امام صاحبؒ خلیفہ کی حکومت سے راضی نہ تھے منصور بھی اس بات کو جانتا تھا۔ چنانچہ اُس نے ان کو دربار میں طلب کیا۔ اور قضا کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا، میں اس عہدے کو سنبھالنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ منصور نے کہا "تم جھوٹے ہو"۔ امام صاحبؒ نے فرمایا "اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ عذر ضرور سچا ہے کہ میں عہدۂ قضا کے قابل نہیں"۔ اس تکرار کے بعد منصور نے ان کو

Marfat.com

۱۴۶ھ میں قید کر دیا۔ اس قید کے زمانے میں بھی فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے علماء دور دور سے اُن کے پاس آتے تھے۔

بالآخر منصور نے امام صاحبؒ کو بے خبری میں زہر دلوا دیا۔ اور رجب ۱۵۰ھ ہجری میں آپؒ نے وفات پائی۔

سوالات

۱۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا اسلامی دنیا پر کیا احسان ہے؟

۲۔ خلیفہ منصور اور امام اعظمؒ کے تعلقات کیسے رہے اور اُن کا نتیجہ کیا ہوا؟

ب۔ مشائخ

۱۔ خواجہ حسن بصریؒ

حضرت حسن بصریؒ اسلام کے شروع زمانے کے علماء میں سے ہیں۔ اِن کا نام حسن تھا اور کنیت ابو سعید۔ والد کا نام یسار تھا۔ اِن کے والدین غلام تھے۔ اِن کی والدہ جن کا نام خیرہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ کی کنیز تھیں۔ اور والد حضرت زید بن ثابت کے غلام تھے۔

حسن بصریؒ ۲۲ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور چونکہ اِن کی والدہ حضرت اُمّ سلمہؓ کی کنیز تھیں۔ اس وجہ سے انھوں نے حضرت اُمّ سلمہ رضی کے گھر تربیت پائی اِن کی والدہ کسی کام سے باہر چلی جاتی تھیں، یا گھر ہی میں کسی کام میں مشغول ہوتی تھیں تو حضرت اُمّ سلمہؓ حضرت حسنؒ کو دودھ پلا دیتی تھیں۔

Marfat.com

حضرت حسن رح کی یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تربیت پانے کا موقع ملا۔ اسی تربیت نے ان کے اندر ایسے بلند اخلاق اور پاکیزہ عادتیں پیدا کردیں۔ اُن کا ایمان اور عمل تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے آج تک نمونہ ہے۔

بڑے ہو کر حضرت حسن بصری رح کو رسول اللہ صلعم کے بہت سے ساتھیوں کی صحبت میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔ پھر مدینہ میں جہاں آپ رہتے تھے، دن رات علم دین کے چرچے رہتے تھے۔ خود ان کی اپنی طبیعت بھی علم دین کی طرف بہت مائل تھی۔ چنانچہ قرآن اور حدیث کو ایسی محنت سے حاصل کیا کہ اپنے زمانہ میں وہ علم اور عمل کا آفتاب بن کر چمکے۔ ان کے زمانے کا ایک مورخ ان کے متعلق لکھتا ہے کہ " وہ عالم، بلند مرتبہ، نیک خصلت، عبادت گذار، خوش بیان اور خوبصورت شخص تھے "

قرآن پاک کے معنی اور مطالب سمجھنے کو علم تفسیر کہتے ہیں۔ حضرت حسن بصری رح نے تفسیر کی تعلیم بڑی محنت اور شوق سے حاصل کی تھی۔ انھوں نے بارہ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔ اور جب تک ایک سورۃ کی تفسیر خوب اچھی طرح نہ سمجھ لیتے دوسری سورۃ نہیں پڑھتے تھے۔

علوم دین میں تفسیر کے بعد دوسرا درجہ حدیث کا ہے۔ حدیث سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی وہ ہدایات اور باتیں مُراد ہوتی ہیں جو آں حضرت صلعم نے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے وقتاً فوقتاً فرمائیں۔ حضور کے پاس بیٹھنے والے صحابہ رض نے ان حدیثوں کو یاد کرلیا، اور بعد میں دوسرے لوگوں کو یہ حدیثیں

سکھا دیں۔ حضرت خواجہ حسن بصری رح نے حدیث کی تعلیم براہِ راست اُن صحابہؓ سے حاصل کی جنھوں نے علمِ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں سیکھا تھا چنانچہ حضرت عثمان رض۔ حضرت علی رض۔ عبداللہ بن عمر رض۔ عبداللہ بن عباس رض حضرت انس رض وغیرہ خواجہ حسن بصری رح کے استادوں میں ہیں۔ آگے چل کر خود حضرت خواجہ حسن بصری رح حدیث کے ایسے زبردست عالم مانے گئے کہ ان کے زمانے کے بڑے بڑے عالمِ حدیث سیکھنے ان کے پاس آتے تھے۔ ان کے علم کا شہرہ ملک میں چاروں طرف پھیل گیا۔ اور ملک کے ہر حصہ سے لوگ جوق جوق حدیث سیکھنے کے لئے ان کی خدمت میں آنے لگے۔ چنانچہ ان کے بے شمار شاگرد ملک میں ہر طرف پھیل گئے۔ جن سے حدیث کی تعلیم دنیا میں پھیلی۔

علومِ دین میں تفسیر اور حدیث کے بعد فقہ کا علم آتا ہے۔ فقہ سے وہ مسائل مراد ہوتے ہیں۔ جو روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ۔ وراثت۔ نکاح۔ حکومت وغیرہ سے متعلق ہیں۔ اور جن کی ہمیں اپنی روزانہ زندگی میں ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رح اس علم کے بھی زبردست ماہر تھے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رح کو علمِ دین نے ایسا نڈر اور بے خوف بنا دیا تھا کہ سچی بات کہنے میں وہ بڑے سے بڑے آدمی سے بھی نہ ڈرتے تھے۔ عراق کا صوبیدار حجاج بن یوسف جو بڑے دبدبہ کا حاکم تھا ایک دن ان کے وعظ کے دوران میں مجمع میں آن بیٹھا۔ انھوں نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں اور اسی طرح وعظ فرماتے رہے جب جلسہ ختم ہوا تو حجاج نے حضرت حسن رح کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اگر کسی مردِ خدا کو دیکھنا چاہتے ہو تو حسن رح کو دیکھو!

Marfat.com

حضرت خواجہ حسن بصری رحؒ نے ۸۰ سال کی عمر پائی۔ اور ۱۱۰ھ میں انتقال فرمایا۔ بصرہ میں دفن کئے گئے۔

سوالات

۱۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحؒ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے کیا نسبت تھی؟

۲۔ وہ کون کون سے اسلامی علوم ہیں جن میں خواجہ حسن بصری رحؒ کو کمال حاصل تھا؟

۳۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحؒ نے دین کی کیا خدمات انجام دیں؟

۲۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ

شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کو "غوث الاعظم" اور "پیرانِ پیر" کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ۲۹ر شعبان ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۸ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں تعلیم پائی۔ اپنے زمانے کے بڑے بڑے عالموں سے قرآن، تفسیر، فقہ اور حدیث کا علم حاصل کیا اور ان تمام علوم میں ایسا کمال پیدا کیا کہ دور دور سے طالب علم آپ سے درس لینے کے لئے بغداد آتے تھے۔ چنانچہ بہت جلد آپ کے شاگرد تمام اسلامی ملکوں میں پھیل گئے اور پھر ان شاگردوں نے جو تعلیم اُستاد سے حاصل کی تھی وہ دوسروں تک پہنچائی۔ اس طرح اسلامی دنیا میں علمِ دین کے پھیلانے میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ نے بڑا حصہ لیا ہے۔

شیخ صاحب بڑے عبادت گزار تھے۔ آپ نے شروع زمانے میں مدتوں

Marfat.com

جنگلوں اور بنوں میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کی۔ آپ کی صاف دلی، خوش خلقی سچائی اور نیک نیتی سے لاکھوں بندگانِ خدا خود بخود آپ کی طرف کھنچنے لگے۔ آپ اُن کو نیک عمل کی تعلیم دیتے اور عبادت اور ریاضت کا شوق دلاتے تھے۔

آپ کے بعد آپ کے جانشینوں نے بھی وعظ اور نصیحت کا یہ سلسلہ جاری رکھا جو اب تک جاری ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رح اپنے وقت کے ایسے زبردست عالم تھے کہ بغداد میں آپ کے مواعظ میں آپ کے مریدوں اور شاگردوں کے علاوہ مختلف مذہبوں کے لوگ شریک ہوتے تھے۔ آپ کی تعلیم کے اثر سے اُن میں سے بہت سے لوگ مسلمان بھی ہوتے۔

آپ نے نوّے سال کی عمر پائی۔ اور ۱۰ ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں انتقال فرمایا۔ اور بغداد میں دفن ہوئے۔

سوالات

۱۔ شیخ عبدالقادر جیلانی مسلمانوں میں کس وجہ سے مشہور ہیں؟

۲۔ وہ مذہب اسلام کی تبلیغ کس طرح کرتے تھے؟

۳۔ خواجہ معینُ الدّین اجمیری رح

حسن سنجری آپ کا نام ہے۔ نسب کے اعتبار سے سیّد ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد سے ہیں۔ اِن کا شمار اُن اولیاء میں ہے جن کی بدولت برِ صغیر ہند و پاکستان میں اسلام پھیلا۔

Marfat.com

آپ ۱۱۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ خواجہ صاحب کے والد کا نام سید غیاث الدین ہے۔ آپ کو بچپن ہی سے علم کا شوق تھا۔ چنانچہ وطن چھوڑ کر علم حاصل کرنے سمرقند پہنچے۔ وہاں مولانا حسام الدین بخاری کے شاگرد ہوئے۔ پہلے کلام اللہ حفظ کیا۔ پھر علم دینی کی دوسری کتابیں پڑھیں۔ لائق استاد کی صحبت نے علم کا شوق اور بھی بڑھا دیا۔ چنانچہ علم کی تلاش میں مختلف شہروں کا سفر کیا۔ اور اپنے زمانے کے بڑے بڑے عالموں سے تفسیر، حدیث، فقہ، اور دوسرے دینی علوم سیکھے۔

اس کے بعد آپ کو ایسے بزرگوں کی تلاش ہوئی۔ جن سے آپ روحانیت کا سبق لیں۔ اس کے لئے آپ نے مختلف ملکوں کا سفر کیا۔ پہلے نیشاپور کے قریب موضع ہارون میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اپنے وقت کے شیخ المشائخ یعنی بہت بڑے بزرگ اور برگزیدہ انسان تھے خواجہ معین الدین رح ان کے مریدوں میں شامل ہو گئے اور بیس برس تک اُن کی خدمت میں رہ کر عبادت اور ریاضت کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے پیر کے خاص مریدوں میں شمار ہونے لگے۔

اس کے بعد خواجہ صاحب نے ایران اور ترکستان کے مختلف شہروں مثلاً ہمدان، تبریز، اصفہان اور کرمان کا سفر کیا اور وہاں جتنے بزرگ تھے سب کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی خدمت میں بغداد بھی تشریف لے گئے تھے اور اُن کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ غرض اپنے ملک کے اِن تمام شہروں

Marfat.com

کا سفر کرنے کے بعد آپ حج کو روانہ ہوئے۔ وہاں مدینہ طیبہ میں بھی کچھ عرصہ قیام کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے قریب بیٹھے مراقبہ کر رہے تھے کہ ایسا محسوس ہوا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ "اے معین الدین تم اسلام کے مددگار ہو، ہندوستان کے شہر اجمیر میں جاؤ اور دین کی تبلیغ کرو اور کفر کی تاریکی کو اسلام کے نور سے بدل دو"۔

آپ کے لئے یہ بہت بڑی خوش خبری تھی۔ چنانچہ فوراً ہندوستان کا ارادہ کر لیا۔ اور ہرات اور بلخ کے راستے سے لاہور آئے اور وہاں سے دہلی ہوتے ہوئے اجمیر پہنچے۔ یہ واقعات محمد غوری کے ہندوستان آنے سے کچھ پہلے کے ہیں۔

اجمیر میں رائے پتھورا یعنی پرتھوی راج کی حکومت تھی۔ راجپوتانہ سارے کا سارا "کفرستان" تھا۔ خدا کی قدرت دیکھو کفر کے اس دیس میں ایک خدا پرست بزرگ دین کا چراغ جلاتا ہے۔ شروع شروع میں لوگ اُس کی مخالفت کرتے ہیں اُسے ڈراتے دھمکاتے ہیں اور تکلیفیں پہنچانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اپنے راجہ سے اس کی شکایت کرتے ہیں اور راجا بھی آپ کو ستانے پر آمادہ نظر آتا ہے۔ مگر خدا کا کرم دیکھو کہ مخالفین کی مخالفت کچھ نہ کر سکی، بلکہ انھیں مخالفوں میں سے بہت سے دوست بن گئے اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کے ارد گرد ہر وقت عقیدت مندوں کا مجمع رہتا تھا یہ لوگ آپ کے مرید کہلاتے تھے۔ آپ اِن کو نیکی کی تعلیم دیتے تھے بُرائی سے بچنے

Marfat.com

کی ہدایت کرتے تھے سب سے مل کر رہنے اور خدا کے بندوں کی خدمت کرنے کی طرف توجہ دلاتے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدینؒ نے اپنے خاص مریدوں کو دین کی تبلیغ کے لئے دوسرے شہروں میں بھیجا۔ اور اس طرح آپ کی تعلیم کا سلسلہ شمالی ہندوستان کے تمام شہروں میں پھیل گیا۔ رفتہ رفتہ ان بزرگوں کی کوشش سے اسلام پورے شمالی ہندوستان میں پھیل گیا۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ اسلام کی بہت بڑی جیت تھی۔ کیونکہ اس طریقے پر اسلام نے لاکھوں دلوں کو فتح کر لیا۔ اور اس فتح کا سہرا حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے سر ہے جن کو ولی الہند اور غریب نواز کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری نے ۶ رجب ۶۳۳ھ کو چھیانوے سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اور اسی جگہ دفن ہوئے۔ جہاں آپ نے پہلی دفعہ قیام فرمایا تھا۔ آپ کا مزار آج تک ہند و پاکستان کے مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔

سوالات

۱۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کس زمانے میں ہندوستان آئے اور کس غرض سے آئے؟

۲۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے ہندوستان میں اسلام کی خدمت کس طرح کی؟

۴۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ

برصغیر ہند و پاکستان میں جو علماء اور اولیاء گذرے ہیں ان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نام بہت مشہور ہے۔ آپ مشرقی پنجاب کی ریاست پٹیالہ کے

Marfat.com

قصبہ سرہند میں ۹۷۱ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام شیخ احمد تھا۔ اور آپ کے والد کا نام خواجہ عبد الاحد تھا۔ آپ حضرت عمر فاروق رضؓ کی اولاد میں سے تھے۔ آباؤ اجداد مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ آپ کے خاندان کے کوئی بزرگ ترکِ وطن کر کے ہندوستان آ گئے تھے۔ وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی

حضرت مجدد صاحبؒ بچپن میں بہت ذہین تھے۔ اور آپ کا حافظہ بہت تیز تھا۔ چنانچہ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد سترہ سال کی عمر تک آپ تمام علوم دینی سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس کے بعد آپ نے تمام عمر پڑھنے اور پڑھانے ہی میں صرف کی۔ ابتدا میں آپ اپنے والد ماجد کے مرید ہوئے لیکن ان کے انتقال کے بعد دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ باقی باللہ رح کے مرید ہوئے۔ خواجہ باقی باللہ رح بدخشاں کے رہنے والے تھے اور دہلی میں تبلیغِ دین فرماتے تھے۔

حضرت مجدد صاحب نے خواجہ صاحبؒ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ وہ بعد میں ان کی اجازت سے مبلغ بن کر سرہند واپس آ گئے اور یہاں تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رح کا زمانہ ہندوستان کی تاریخ میں ایسا زمانہ ہے جب میں مذہب اسلام بہت کمزور پڑتا جا رہا تھا۔ یوں تو بہت دنوں سے ہندوستان پر مسلمان بادشاہ حکومت کر رہے تھے لیکن ان بادشاہوں کو مذہب کی ترقی کا خیال بالکل نہ تھا۔ جب اکبر بادشاہ کا زمانہ آیا تو اسلام اور بھی زیادہ کمزور پڑ گیا۔ اکبر شروع زمانے میں تو مذہب کا بہت پابند تھا۔ لیکن جب وہ آزاد خیال

Marfat.com

اور لامذہب درباریوں کی صحبت نے اُس کو اسلام سے بالکل برگشتہ کر دیا تھا۔ چنانچہ اُس نے ایک نیا مذہب جاری کیا۔ جسے "دینِ الٰہی" کہتے ہیں اور جس میں تمام مذہبوں کے عقائد جمع کر دیئے گئے تھے۔ بادشاہ کی طرف سے اِس مذہب کو پھیلانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ بادشاہ کی اِس کوشش سے اسلام کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ ملک میں شرک اور بدعت کا دروازہ کھل گیا تھا۔ اور مسلمان گمراہ ہوتے جا رہے تھے۔

حضرت مجدد الفِ ثانی رح کے دل میں دین کی سچّی محبت تھی اور اُس کی خدمت کا سچّا جذبہ تھا۔ اکبری دربار کے حالات جب اُن کے کان تک پہنچے تو اصلاح کے لئے اُن کا دل بے تاب ہو گیا۔ وہ خود آگرہ تشریف لے گئے اور اکبر کے پاس پیام بھیجا کہ وہ شرک و بدعت سے باز آئے۔ لیکن اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اُس کے بعد اُس کا بیٹا "جہانگیر" تخت پر بیٹھا۔ وہ بھی اِسی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ حضرت مجدد الفِ ثانی رح نے اس کی اصلاح کی بھی کوشش کی۔ لیکن مجدد صاحب کے مخالفین نے پہلے ہی سے اُس کے کان بھر دیئے تھے کہ "احمد سرہندی باغی ہیں اور ان سے حکومت کو خطرہ ہے" چنانچہ جہانگیر نے آپ کو دربار میں طلب کیا۔ اکبر اور جہانگیر دونوں کے دربار کا یہ قاعدہ تھا، کہ ہر درباری بادشاہ کو سجدہ کرتا تھا۔ یہ سجدہ "سجدۂ تعظیمی" کہلاتا تھا۔ حضرت مجدد الفِ ثانی نے دربار میں پہنچکر بادشاہ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ "سجدہ صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے" بادشاہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا اب اور بھی برہم ہو گیا۔ اور آپ کو قید کر دیا۔ مدت تک اجین کے قید خانے میں آپ قید کی مشقتیں جھیلتے رہے لیکن وہاں

بھی اپنے کام سے غافل نہ رہے۔ قید خانے میں ہزاروں قیدیوں کو گناہوں سے توبہ کرائی اور اُن کے عمل دُرست کرا دیئے۔ غرض مدت تک آپ قید خانہ میں رہے۔ پھر اچانک جہانگیر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور اُس نے آپ کو رہا کر دیا۔ اور اپنے دربار میں اپنے ساتھ رکھا۔ آپ کی صحبت اُس کو پسند آئی کہ ذرا سی دیر کے لئے بھی آپ سے جدا ہونا پسند نہ کرتا تھا۔ اب تو جہانگیر کے دربار کا نقشہ ہی بدل گیا۔ تمام اُمراء۔ وزراء اور درباری دین کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حضرت مجددؒ نے اپنی تعلیم سے دربار میں بھی شرک اور بدعت کو مٹایا۔ اور ملک میں بھی بُری رسموں اور غلط عقیدوں کی اصلاح کی۔ یہاں تک کہ سارا ملک ہدایت کے نور سے جگمگا اُٹھا۔

ایک مدت تک خلقِ خدا کو ہدایت کا رستہ بتانے اور اُن کے دلوں کو گناہوں سے پاک و صاف کرنے کے بعد ذی الحجہ ۱۰۳۴ھ میں ہدایت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے چھُپ گیا۔ سرہند میں آج تک ان کا مزار ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔

سوالات

۱۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اکبر اور جہانگیر سے کس بات پر اختلاف تھا؟

۲۔ حضرت مجدد صاحبؒ نے اسلام کی کیا خدمات انجام دیں؟

Marfat.com

۵۔ بابا فرید شکر گنج رح

بابا فرید شکر گنج رح ہندو پاکستان کے اولیاء اللہ میں بہت بڑے عابد و زاہد اور صاحبِ کرامت بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا نام فرید الدین ہے اور لقب شکر گنج۔ والد کا نام سلیمان اور والدہ کا بی بی قرسم خاتون ہے۔ حضرت عمر فاروق رض کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ شیخ شہاب الدین عرف فرخ شاہ، کابل کے بادشاہ تھے۔ لیکن زمانہ نے پلٹا کھایا، ان کی بادشاہی چھن گئی اور معمولی آدمیوں کی طرح کابل میں رہنے لگے۔ جب چنگیز خاں نے افغانستان کو لوٹا تو ہزاروں خاندان ہجرت کر کے اِدھر اُدھر چلے گئے۔

بابا فرید رح کے باپ دادا بھی ہندوستان آگئے اور پنجاب میں ملتان کے قصبہ کھتی وال میں رہنے لگے۔ یہیں بابا فرید الدین رح پیدا ہوئے۔

بابا فرید رح نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ملتان چلے گئے۔ وہاں عربی، فارسی اور دینی علوم حاصل کرنے لگے۔ یہیں ملتان میں ہندو پاکستان کے مشہور بزرگ حضرت زکریا ملتانی رح کے یہاں بابا فرید کی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح دہلوی سے ملاقات ہوئی۔ خواجہ صاحب رح کی صحبت کا بابا فرید رح پر بہت اثر پڑا۔ اور انھوں نے چاہا کہ قطب صاحب رح کے ساتھ دہلی جائیں۔ مگر قطب صاحب رح نے فرمایا۔ تم ابھی طالبِ علم ہو جب تعلیم پوری کر لو تب میرے پاس آنا۔ چنانچہ پانچ سال کے لئے بابا فرید ملتان ہی میں رک گئے اس کے بعد قطب صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کے مرید ہو گئے۔

وہیں ایک حجرے میں رہنے لگے۔ اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اسی عبادت اور ریاضت کی بدولت ان کے دل میں وہ نور پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

بابا فریدؒ کے متعلق بہت سی کرامات بیان کی جاتی ہیں۔ اُن کے لقب شکر گنج کے متعلق بھی ایک قصہ مشہور ہے۔ کہتے ہیں بابا فرید صاحبؒ ایک روز جنگل میں جا رہے تھے۔ سامنے سے کچھ بنجارے اونٹوں پر شکر کی بوریاں لئے ہوئے گزرے۔ بابا صاحبؒ نے دریافت فرمایا۔ ان بوریوں میں کیا ہے؟ بنجاروں نے کہا۔ "نمک"۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا "نمک ہی ہوگا" کچھ دور جا کر بورے کھولے۔ تو دیکھا کہ واقعی ان میں نمک ہے۔ بنجارے لوٹے اور بابا صاحبؒ سے معافی چاہی آپ نے کہا "جاؤ بھائی شکر ہی ہوگی"۔ اب جو دیکھتے ہیں تو وہ نمک شکر میں تبدیل ہو گیا۔

بہت عرصہ پیر صاحبؒ کی خدمت میں رہنے کے بعد بابا صاحبؒ نے سیرو سیاحت کا ارادہ کیا۔ اور مختلف مقامات کی سیر کرنے کے بعد بالآخر پنجاب کے اُس مقام پر پہنچے۔ جسے آج کل پاک پٹن کہتے ہیں۔ اور اُس زمانے میں "اجودھن" کہتے تھے۔ یہیں آپ نے مستقل قیام فرمایا۔ آپ نے دوسرے لوگوں کے اخلاق کی اصلاح کا جو کام شروع کیا۔ اُس کا مرکز بھی پاک پٹن بنا۔ آپ ایک خدا رسیدہ نیک اور پارسا بزرگ تھے اس لئے جو شخص آپ سے ملتا تھا۔ اُس کا دل آپ کی صحبت میں لگتا تھا۔ اِس طرح بہت سے لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ اور آپ کی بتائی ہوئی نیک باتوں پر عمل کرنے لگے۔

باباصاحبؒ کی ذات سے لاکھوں کو فیض پہنچا۔ ان ہی جیسے بزرگوں کی کوشش سے برصغیر ہند و پاکستان میں اسلام پھیلا اور اس نے ترقی کی۔

باباصاحبؒ نے ۵ محرم الحرام ۶۹۰ھ کو انتقال فرمایا۔ اور پاک پٹن میں دفن ہوئے۔

سوالات

۱۔ باباشکر گنج شیخ فریدؒ کے باپ دادا کہاں سے آئے تھے اور کیوں آ گئے؟

۲۔ بابا فریدؒ کی ذات سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا؟

ج۔ عُلَماء

۱۔ نظامُ المُلکؒ طوسیؒ

نظام الملک طوسی ایشیا کا ایک ایسا نامور وزیر گزرا ہے جو اپنی لیاقت اور عقلمندی کی وجہ سے ایشیا اور یورپ میں آج تک مشہور ہے۔

نظام الملک طوسی ملک شاہ سلجوقی کا وزیر تھا جس کی سلطنت ایشیا میں چین کی حدوں سے لے کر مغرب میں بحیرۂ روم تک۔ اور شمال میں جارجیا سے لے کر جنوب میں یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔

ملک شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے وزیر نظام الملک کو حکومت کے کُل اختیار سپرد کر دیئے۔ اس لائق وزیر نے اکیس ۲۱ سال تک دن رات محنت کر کے ملک شاہ کی اس بڑی سلطنت کو چار چاند لگا دیئے۔ اور یہ سلطنت ایسی چمکی کہ نہ صرف اپنے زمانے کی بہترین سلطنت سمجھی جانے لگی۔ بلکہ اپنی

Marfat.com

شان و شوکت میں پچھلے زمانے کی بڑی بڑی سلطنتوں سے بھی کم نہ تھی۔ اس وزیر کی کوششوں کی وجہ سے تجارت اور صنعت و حرفت نے کافی ترقی کی۔ علوم و فنون پھیلے۔ ایرانی زبانیں چمکیں۔ ایشیا کے شہروں کو کالجوں، شفاخانوں، مسجدوں اور محلوں سے سجایا گیا۔ سلطنت میں جابجا سڑکیں اور نہریں بنائی گئیں۔ پل تیار کئے گئے۔ مکے کے راستوں پر سرائیں اور مسافرخانے بنائے گئے۔ اور لنگر خانے کھولے گئے۔ ان تمام باتوں کی وجہ سے اسلامی شوکت ہمسایہ ملکوں پر غالب آگئی۔

نظام الملک بڑا عالم اور علم دوست شخص تھا۔ اس کا دربار عالموں، فاضلوں، ادیبوں، شاعروں اور فقیہوں سے بھرا رہتا تھا۔ اس نے تمام سلطنت میں مدارس نظامیہ قائم کئے تھے۔ ان مدارس میں سب سے بڑا مدرسہ بغداد کا مدرسہ نظامیہ تھا۔ جو اپنے وقت کی سب سے بڑی یونی ورسٹی تھی۔ یہ مدرسہ ۴۵۹ھ میں نظام الملک نے بنوایا۔ اسلامی دنیا کے ہزاروں بڑے بڑے عالم اس مدرسہ سے تعلیم پاکر نکلے۔ ان علماء کی کتابیں آج تک مسلمانوں میں موجود ہیں یہ مدرسہ ایسا مشہور تھا کہ جو عالم یہاں تعلیم پانے جاتا تھا اس کو پوری اسلامی دنیا میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ امام غزالیؒ اسی مدرسہ کے پڑھے ہوئے تھے۔ شیخ سعدیؒ نے بھی یہیں تعلیم پائی تھی۔ نظام الملک کی ترقی اور ملک میں اس کے اثر کو دیکھ کر بہت سے لوگ اس سے جلنے لگے تھے۔

سوالات

۱۔ نظام الملک طوسی نے ملک شاہ کی کیا خدمات انجام دیں۔؟

۲۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کا کچھ حال بتاؤ؟

Marfat.com

۲- امام غزالیؒ

امام غزالیؒ کا نام محمد، عرف غزالی اور لقب حجۃ الاسلام ہے یہ آج سے آٹھ سو برس پہلے کے اُن علماء میں ہیں جنھوں نے اسلامی علوم کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ وہ مسلمانوں میں ایک بہت بڑے معلّم کی حیثیت رکھتے ہیں جنھوں نے اپنی تعلیم سے مسلمانوں کی ذہنی، اخلاقی، مذہبی اور معاشرتی زندگی کی اصلاح کی۔ لوگوں کو مذہب کی حقیقت بتائی۔ اسلام کو دشمنوں کے حملوں سے بچایا اور دین کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا۔ وہ ۴۵۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۵۰۵ھ ہجری میں انتقال کیا۔ اِس پچپن۵۵ سال کی عمر میں اُنھوں نے اِتنی خدمات انجام دی ہیں جن کے لئے شاید صدیاں درکار تھیں۔ وہ ایک ہی وقت میں اسلام کے بہت بڑے فلسفی، بہت بڑے فقیہہ، بہت بڑے مدرس، بہت بڑے مصنّف بہت بڑے واعظ اور بہت بڑے مناظر تھے۔ ایسے کمالات کا انسان صدیوں میں ایک پیدا ہوتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ ایک غریب گھر میں پیدا ہوئے اِن کی ولادت خراسان کے شہر طاہران میں ہوئی۔ اِن کے والد سوت بیچتے تھے اور بہت معمولی حیثیت کے آدمی تھے۔ اتفاق سے خود لکھنے پڑھنے سے محروم رہ گئے تھے لیکن دل میں بڑی خواہش تھی کہ اولاد کو ضرور تعلیم دلائیں مگر عمر نے وفا نہ کی۔ امام غزالی کی عمر تھوڑی ہی تھی کہ والد وفات پا گئے۔ جب مرنے لگے تو جو کچھ رقم اُن کے پاس موجود تھی وہ اپنے ایک دوست کے سپرد کی اور کہا کہ میرے بعد اِس رقم سے میرے

لڑکے کو تعلیم دلانا۔"

چنانچہ اس رقم سے اُن دوست نے امام غزالیؒ کی تعلیم شروع کرائی۔ ابھی تعلیم پوری نہیں ہوئی تھی کہ رقم ختم ہوگئی۔ اس لئے والد مرحوم کے دوست نے صاف کہہ دیا کہ "اب کسی ایسے مدرسے میں داخلہ کرالو۔ جہاں تعلیم کا خرچ نہ دینا پڑے۔" اُس زمانے میں ایسے مدرسے بہت تھے۔ چنانچہ ایک مدرسہ میں داخل ہوگئے اور فقہ کا درس لینے لگے۔ اس کے بعد جرجان کا قصد کیا۔ وہاں امام ابونصر اسمٰعیلیؒ ایک مشہور عالم تھے، یہ اُن کے شاگرد بنے اور تعلیم حاصل کرنے لگے۔

کچھ عرصہ وہاں قیام کرکے اُستاد کے پڑھائے ہوئے سبقوں سے یادداشتیں (نوٹ) تیار کیں۔ اور ان کو ساتھ لے کر وطن واپس آنے لگے۔ اتفاق سے راہ میں ڈاکہ پڑا اور ڈاکوؤں نے سب مال لوٹ لیا۔ اس میں یادداشتیں (نوٹ) بھی چلی گئیں۔ جو استاد نے لکھوائی تھیں۔ امام صاحبؒ کو اس کے لٹنے کا بہت صدمہ ہوا۔ ڈاکوؤں کے سردار سے ملے اور کہا کہ میں نے اپنے اسباب اور سامان میں سے صرف اس مجموعہ کو مانگتا ہوں۔ کیونکہ میں نے ان ہی کے سننے اور یاد کرنے کے لئے یہ سفر کیا تھا سردار ہنسا اور کہنے لگا کہ تم نے خاک سیکھا ہے جب کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ ایک پرزہ کاغذ کا ہاتھ سے چھن گیا تو تم کورے رہ گئے۔ یہ کہہ کر اُس نے کاغذ واپس کر دیئے امام صاحبؒ پر اُس کے اس طعنہ کا ایسا اثر ہوا کہ گھر پہنچتے ہی ، یادداشتیں ، زبانی یاد کرنا شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ تین سال میں اُن ساری باتوں کے حافظ بن گئے۔

Marfat.com

اب امام صاحبؒ اتنا علم حاصل کر چکے تھے کہ وطن کے عالموں میں آپ سے زیادہ کوئی نہیں پڑھا لکھا تھا۔ اس لئے تحصیل علم کے لئے نیشاپور کا سفر کیا۔ اور وہاں کے ایک عالم سے جن کو امام الحرمین عبدالملک کہتے تھے اور جو خراسان، فارس اور عراق تینوں ملکوں میں مشہور تھے درس لینے لگے۔ بہت جلد امام غزالیؒ استاد کے منہ چڑھے شاگردوں میں ہو گئے۔ اور تھوڑے عرصہ بعد درس میں مدد لینے کی غرض سے استاد نے اُن کو اپنا مددگار مدرس بنا لیا۔ امام الحرمین کی وفات پر یہ نیشاپور سے نکلے اور نظام الملک طوسی کے دربار کا رُخ کیا۔ نظام الملک طوسی سلجوقی خاندان کے بادشاہ کا وزیر تھا۔ جو اس وقت عراق اور خراسان پر حکومت کر رہا تھا۔ نظام الملک بڑا علم دوست اور عالم نواز حاکم تھا۔ اُس نے امام غزالی رح کے علم و فضل کی بہت قدر کی اور بغداد کی مشہور و معروف یونی ورسٹی نظامیہ کا مدرس اعظم مقرر کیا اس وقت امام صاحبؒ کی صرف عمر ۳۴ سال تھی۔ لیکن اُن کے علم و فضل کا بغداد میں وہ ڈنکا بجا کہ اُن کے جاہ و جلال نے امیروں وزیروں کو بھی دبا لیا۔ یہاں تک کہ سلطنت کے اہم معاملات بھی ان کے مشورے کے بغیر سر انجام نہیں پا سکتے تھے۔

امام صاحبؒ کی علمی حیثیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اُن کے درس میں تین سو مدرسین اور سو اُمراء اور رؤسا حاضر ہوتے تھے۔ انھوں نے اپنے اس پچپن ۵۵ سالہ زندگی میں پچاس سے اوپر کتابیں لکھی ہیں۔ پھر یہ کتابیں کوئی معمولی رسالے نہیں ہیں صرف ایک کتاب قرآن کی تفسیر چالیس جلدوں میں ہے۔ ان کی تصانیف فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں ہیں۔

Marfat.com

چالیس سال کی عمر تک امام صاحب عیش و آرام اور شان و شوکت کی زندگی گزارتے رہے۔ پھر ان کی حالت میں اچانک انقلاب پیدا ہو گیا عیش و عشرت کو لات مار کر سادہ زندگی اور فقیرانہ زندگی اختیار کر لی۔ اور دس سال تک سیر و سیاحت۔ حج و زیارت اور عبادت و ریاضت میں اس طرح مشغول رہے کہ اولیاء اللہ میں اُن کا شمار ہونے لگا۔ اِس زمانے میں ان کے اندر روحانیت پیدا ہوئی اور اِس روحانیت کا درس انھوں نے اپنے دوسرے شاگردوں کو بھی دیا۔ روحانیت کے اِس علم کو "تصوّف" کہتے ہیں۔

امام غزالی رح علمِ تصوّف کے بھی امام مانے جاتے ہیں۔ غرض امام صاحبؒ نے اپنی اِس مختصر زندگی میں قوم کو علمی اور روحانی سرمایے سے مالا مال کر دیا۔ اور اِن ہی خدمات کی بدولت علمائے اسلام کی صفِ اوّل میں نظر آتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں دو کتابیں بہت مشہور ہیں، ایک کا نام "کیمیائے سعادت" ہے اور دوسری کا "احیاء العلوم"۔ اِن دونوں کتابوں کے پڑھنے سے لاکھوں انسانوں کے اخلاق و عادات سنور گئے۔

سوالات

۱۔ امام غزالی رح کس کے بیٹے تھے؟
۲۔ وہ اپنا وطن چھوڑ کر نیشاپور کیوں چلے گئے؟
۳۔ ڈاکو کے طعنے نے امام غزالی رح پر کیا اثر کیا؟

Marfat.com

۳- امام ابن تیمیہؒ

امام ابن تیمیہ رح کی ذات صحیح اسلامی شخصیت کا ایک ایسا نمونہ ہے جو پچھلی آٹھ صدی کی تاریخ میں ممتاز حیثیت سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ مخالفوں کے ساتھ رحم وکرم۔ اور اذیتیں دینے والوں کے لئے دعائے خیر ان کی نمایاں خصوصیتیں ہیں۔

آپ کا اصلی نام تقی الدین تھا ۶۶۱ھ ہجری میں شام کے شہر حرّان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور ۷ سال کی عمر میں ان ہی کے ساتھ دمشق گئے۔ ۲۰ سال کی عمر میں علم و فضل میں یہ مرتبہ حاصل کر لیا تھا کہ ان کا شمار اپنے زمانے کے بہترین عالموں میں ہوتا تھا۔ قابلیت کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ ایک یہودی نے آٹھ شعر لکھ کر ایک اہم مسئلہ کا حل پوچھا۔ آپ نے کچھ دیر سوچ کر ۱۸۴ شعر قلم بند کر ڈالے اور ان میں علم و فضل کے دریا بہا دیئے

آپ کے علم و فضل اور عمدہ اخلاق و سیرت کی بنا پر خود بعض بااثر لوگ آپ کے خلاف تھے چنانچہ آپ کو اپنی عمر کا بہت سا حصہ قید خانوں میں گزارنا پڑا لیکن قید خانے میں رہ کر بھی آپ لوگوں کو برابر تعلیم دیتے رہے اور آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے بہت سے شاگرد علم وفضل میں یگانۂ زمانہ ہوئے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رح نے قید خانے میں دیکھا کہ لوگ شطرنج اور اس کے دوسرے کھیلوں میں مشغول رہتے ہیں اور بھول کر بھی اللہ کا نام نہیں لیتے۔

Marfat.com

چنانچہ آپ نے اُن کی اصلاح کی کوشش شروع کی۔ اور اُنھیں نیکی کی راہ پر لگائے

امام صاحب حد درجہ فیاض تھے آپ کے پاس جو کچھ ہوتا ضرورت مندوں کو دے ڈالتے۔ اگر کچھ نہ ہوتا تو کپڑے اتار کر دیدیتے۔ اپنے کھانے میں سے فقیروں اور سائلوں کے لئے دو ایک روٹیاں بچا لیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک غریب آدمی آپ کے پاس آیا۔ آپ نے آدھا عمامہ پھاڑ کر اُسے دیدیا۔ اور آدھا اپنے پاس رکھ لیا۔

کوئی بیس دن بیمار رہ کر ۷۲۸ھ سنہ ہجری میں انتقال فرمایا۔ امام صاحب کی تصانیف کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے ۳۰۰ سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔

سوالات

۱۔ امام ابن تیمیہ رح کی شخصیت کی کیا خصوصیتیں ہیں؟

۲۔ آپ کی عمر کا زیادہ حصہ قید خانے میں کیوں گزارنا پڑا؟

۴۔ شیخ سعدیؒ

شیخ سعدیؒ مسلمان قوم کے اُن نامدروں میں ہیں جنھوں نے اپنی عقل، دانائی علم اور تجربے سے قوم کو اچھے اخلاق سکھائے اور عقل اور سمجھ کی ایسی ایسی باتیں بتلائیں جن پر عمل کر کے انسان ہزاروں مصیبتوں سے بچ سکتا ہے۔ شیخ سعدیؒ کا نام مشرف الدین تھا اور سعدیؔ تخلص۔ آپ تقریباً ۷ سو برس قبل ایران کے مشہور

Marfat.com

شہر شیراز میں پیدا ہوئے بچپن ہی میں یتیم ہو گئے۔ وطن میں اُن دنوں ایسی ابتری پھیلی ہوئی تھی کہ وہاں تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہ ہو سکا۔ چنانچہ کچھ زمانہ تو یونہی گذرا۔ پھر ان کی والدہ نے ان کو تعلیم کے لئے بغداد کے مشہور مدرسہ "نظامیہ" میں داخل کر دیا۔ یہ مدرسہ اسلامی دنیا کا بہت بڑا مدرسہ تھا جس میں نہایت لائق استاد جمع تھے۔ سعدی خود بھی ذہین طبیعت رکھتے تھے لائق استادوں کی تعلیم اور تربیت نے ان کی قابلیت کو چار چاند لگا دیئے۔ اس زمانے میں جتنے علم و ہنر تھے سب انھوں نے سیکھ لئے۔ طالب علمی کے زمانے میں ان کے ہم عمر طالب علم ان کی خوش بیانی پر رشک کیا کرتے تھے۔

چند سال مدرسہ نظامیہ میں تعلیم پانے کے بعد وہ اپنے وطن واپس آئے، اور یہاں بھی کچھ عرصہ علم و کمال حاصل کرنے میں گزارا۔ یہاں تک کہ ان کی عمر تیس سال ہو گئی، اب اُن کو سیر و سیاحت کا شوق پیدا ہوا اور وہ دنیا کے سفر کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس سفر سے ان کا مقصد یہ تھا کہ باہر نکل کر دنیا کو دیکھیں اور دنیا کے حالات اور واقعات پر گہری نظر ڈالیں۔ چنانچہ انھوں نے عرب، شام، عراق، مصر، ایران، بخارا، کاشغر، بلخ، غزنیں، کابل، سومنات، گجرات اور پنجاب تک کا سفر کیا۔ شیخ سعدیؒ نے پورے تیس سال دنیا کی سیاحت کی، اس کے بعد وہ قدم جما کر گھر میں بیٹھے۔ انھوں نے دنیا میں جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سیکھا تھا۔ اُسے اپنی تصنیفات میں بیان کرنا شروع کیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ دینیات، تصوف اور علم و ادب کے مطالعہ میں بھی مصروف رہتے اور اپنی زندگی کا باقی حصہ وعظ و نصیحت میں گزار دیا کرتے تھے۔ ان کی تصنیفوں میں گلستاں اور بوستاں بہت زیادہ

مشہور ہیں۔ یہ دونوں کتابیں فارسی زبان میں ہیں۔ اگر ان کتابوں کو غور سے پڑھ لیا جائے اور شیخ سعدی رح کی نصیحتوں پر آدمی عمل بھی کرے تو بہت سی پریشانیوں، مصیبتوں آفتوں اور تکلیفوں سے بچ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کتابوں کا ترجمہ دنیا کی اکثر زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اور ایران، ترکی اور ہندوستان میں شاید ہی کوئی مدرسا ایسا ہے جہاں گلستاں اور بوستاں کے سبق طالب علموں کو نہ پڑھائے جاتے ہوں۔

سوالات

۱۔ شیخ سعدی رح نے دنیا کا سفر کس غرض سے کیا؟

۲۔ اُن کے اس سفر سے دوسروں کو کیا فائدہ پہنچا؟

۳۔ شیخ کی مشہور تصانیف کا کچھ حال بتاؤ!

۵۔ ابو ریحان بیرُونی

ابو ریحان بیرونی مسلمانوں کا ایک زبردست فاضل اور حکیم گزرا ہے۔ یہ وسط ایشیا کے ملک خوارزم کے ایک قصبہ بیرون میں ۳۶۲ھ میں پیدا ہوا۔ اس زمانے میں خوارزم اور بخارا علم و فضل کے مرکز تھے۔ چنانچہ بیرونی تیس سال کی عمر تک وطن ہی میں رہا۔ اس کے بعد ملک میں ایک انقلاب آیا جس کی وجہ سے بہت سے خاندان وطن چھوڑ کر ادھر اُدھر چلے گئے۔ بیرونی بھی سفر کی مصیبتیں سہتا شہر ملے پہنچا۔ کچھ دن وہاں رہا۔ اسی اثنا میں طبرستان کے حاکم نے جو خود ادیب اور عالم تھا بیرونی کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ اس پذیرائی پر ابو ریحان کئی سال تک

Marfat.com

وہاں طمینان اور سکون سے رہا۔ اس کے بعد پھر وطن آیا۔

شاہ طبرستان نے بیرونی کی بہت عزت کی اور اپنے درباریوں میں شامل کر لیا اسی زمانے میں شیخ بوعلی سینا بھی علی بن ماموں کے دربار میں بخارا آیا۔ اسلامی دنیا کے یہ دو روشن ستارے ایک جگہ جمع ہو گئے۔ بیرونی اور بوعلی سینا میں علمی بحثیں بھی ہوئیں، جن کے مدتوں چرچے رہے۔

بخارا کی سلطنت میں ایک اور انقلاب آیا۔ محمود غزنوی نے خوارزم فتح کیا اور اس دربار کے جتنے عالم تھے وہ محمود کے ساتھ غزنی پہنچے اُن میں بیرونی بھی تھا۔ محمود نے بیرونی کی بہت قدر و عزت کی اور اُس کو اتنا دیا کہ وہ روزگار کی طرف سے بے فکر ہو گیا۔ اس زمانے میں بیرونی نے غزنی میں ایک رصد خانہ قائم کیا جہاں وہ فلکیات (ستاروں کا علم) کا مشاہدہ کرتا تھا۔

بیرونی علم کا ایسا شائق تھا۔ کہ یہاں کے علوم حاصل کرنے ہندوستان آیا اُس زمانہ میں ہندوستان پر محمود کے حملے ہو رہے تھے۔ اور ملک میں ابتری ہوئی تھی۔ ہندو مسلمانوں سے سخت ناراض تھے اِن حالات میں محمود کا ہندو پنڈتوں کے پاس جا کر اُن سے علم سیکھنا اُس کی ہمت کی دلیل ہے۔ پنڈت علم سکھانے کے معاملے میں ویسے ہی بڑے کنجوس ہوتے ہیں۔ پھر دشمن قوم کے ایک آدمی کو علم سکھانا تو وہ پسند ہی کیوں کرتے لیکن بیرونی کی ذہانت، لیاقت اور شوق نے ان کو تعلیم دینے پر مجبور کر دیا۔ بیرونی کئی سال تک ہندوستان میں رہا اور ہندوؤں کے تمام علوم میں اتنی مہارت پیدا کر لی کہ خود ہندو پنڈت اُسے ودیا ساگر یعنی علم کا سمندر کہنے لگے۔ غزنی جا کر اس نے ہندوستان کے متعلق کئی کتابیں لکھیں۔ جن میں اُس کی

Marfat.com

سب سے مشہور کتاب "کتاب الہند" ہے۔

سخت محنت اور دماغی کام کی وجہ سے اخیر عمر میں اُس کی صحت بہت خراب ہو گئی تھی۔ آخر ۴۴۰ھ ہجری مطابق ۱۰۴۸ء میں ۷۷ سال ۷ ماہ کی عمر میں اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

سوالات

۱۔ البیرونی کس زمانے میں برصغیر ہند و پاکستان آیا؟

۲۔ یہ کس طرح ثابت کر سکتے ہو کہ بیرونی علم کا عاشق تھا؟

۶۔ عمر خیّام

عُمر خیام مسلمانوں کا ایک مشہور ریاضی داں، ہیئت اور سائنس داں گزرا ہے اس کا نام غیاث الدین ابوالفتح عمر تھا۔ باپ کا نام ابراہیم تھا۔

نیشاپور میں پیدا ہوا۔ اِس کا باپ خیمہ دوز تھا اسی نسبت کی وجہ سے اِسے خیامؔ کہتے ہیں۔ ۵۱۷ھ مطابق ۱۱۲۳ء میں نیشاپور میں انتقال کیا۔ ریاضی میں اس کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے الجبرا پر عربی میں ایک ایسی کتاب لکھی۔ جو اس کے زمانے میں بے نظیر سمجھی جاتی تھی۔ اِسی کتاب کی بدولت اس کو اپنے زمانے میں وہ شہرت حاصل ہوئی کہ اس ملک کے بادشاہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے اِس کو اپنے دربار میں طلب کیا کہ وہ شاہی رصدگاہ کی نگرانی کرے۔ ایک نئی جنتری تیار کرے۔ چنانچہ عمرُ خیام نے دربار میں پہنچ کر یہ دونوں خدمات نہایت عمدہ طریقہ پر انجام دیں۔

عمر خیام کو دنیا سائنس داں کی حیثیت سے بہت کم جانتی ہے بلکہ ایک شاعر کی حیثیت

Marfat.com

سے وہ زیادہ مشہور ہے۔ اُس نے فارسی میں بہت سی رُباعیاں کہی ہیں۔ اور انھیں رباعیوں کی بدولت دنیا میں اس کا نام مشہور ہوا۔

رُباعی نظم کی وہ قسم ہے، جس میں صرف چار مصرعے ہوتے ہیں اور انھیں چار مصرعوں میں کوئی پوری بات شاعر کہہ جاتا ہے۔ عمر خیام ایک سوچنے والا دماغ رکھتا تھا۔ اُس نے زندگی کی بے ثباتی دنیا کی ناپائیداری۔ خوشی اور رنج کی حقیقت نیکی اور بدی میں تمیز کرنا۔ اور اسی قسم کے بے شمار مضامین ہیں۔ جن پر رباعیاں کہیں اور یہ رباعیاں ایسی مشہور ہوئیں کہ آج تک دنیا کے تمام ملکوں میں ذوق و شوق سے پڑھی جاتی ہیں یورپ کی زبانوں میں بھی ان رباعیات کے ترجمے ہیں اور اہلِ یورپ بھی خیام کی اس شاعری کو پسند کرتے ہیں

عمر خیام ایک صوفی مشرب انسان تھا۔ تنگ نظری اور تعصب سے وہ کوسوں دور تھا ریاکاری اور ظاہرداری کا وہ سخت ترین دشمن تھا۔ اسی وجہ سے اُس نے اپنی رباعیات میں انسانوں کو جو پیام دیا، وہ محبت اور رواداری۔ سچائی اور راست بازی کا پیام ہے ✦

سوالات

۱۔ اپنے کن کمالات کی وجہ سے عمر خیام دنیا میں مشہور ہوا؟

۲۔ عمر خیام نے اپنی شاعری میں انسانوں کو کیا سبق دیا؟

Marfat.com

۷۔ شیخ بو علی سینا

ابو علی الحسین ابن عبداللہ بن سینا مسلمانوں کا وہ مشہور فلسفی اور طبیب گذرا ہے جس کا نام رہتی دنیا تک مشہور رہے گا۔ وہ ۹۷۹ء میں بخارا میں پیدا ہوا طبیعت ایسی تیز پائی تھی کہ دس سال کی عمر میں قرآن اور عربی ادب پر پوری قدرت حاصل کر چکا تھا۔ ۱۶ سال کی عمر تک اس نے فلسفہ ریاضی، ہیئت اور طب کا علم بھی حاصل کر لیا۔ سترہ سال کی عمر میں اس نے اپنے ملک کے بادشاہ کا علاج کیا۔ بادشاہ کسی ایسے مہلک مرض میں مبتلا تھا کہ زندگی کی امید نہ رہی تھی۔ اس کے علاج سے شفا ہوئی اس کے صلہ میں وہ بادشاہ کے مصاحبوں میں شامل ہو گیا۔ اور شاہی کتب خانہ تک اس کی رسائی ہو گئی۔ یہاں اس کو اپنے زمانے کے علوم کی بہترین کتابیں پڑھنے کا موقع ملا۔ اور یہیں علوم و فنون کے دروازے اس پر کھلے۔ بہت جلد فنِ طب میں وہ دستگاہ حاصل کر لی، کہ طب کے بڑے بڑے عالم اس کے پاس آکر درس لیتے تھے۔

شیخ بو علی سینا کے فضل و کمال کے وہ چرچے ہوئے کہ اس کے زمانے کے بعض بادشاہوں نے اسے اپنے درباروں میں بلایا اور اس کی بڑی قدر کی۔ مملکتِ اصفہان کے حکمران نے تو اسے اپنا وزیر بھی بنا لیا تھا۔ اس قدر و منزلت نے اس کی ہمت بھی بلند کر دی۔ اور اسے روزگار کی طرف سے بھی بے فکر کر دیا۔ پھر تو وہ علوم کی چھان بین اور تلاش و جستجو میں اور بھی زیادہ مصروف ہو گیا۔ کتب کے مطالعہ کا اس کو ایسا شوق تھا۔ کہ جوانی میں وہ کبھی پوری رات نیند بھر کر نہ سویا۔ اس نے اپنی زندگی میں

Marfat.com

بہت سے سفر کئے۔ یہ سفر زیادہ تر بادشاہوں کے درباروں میں حاضری دینے کے لئے تھے۔ لیکن ہر سفر میں علم کی نئی نئی معلومات بھی جمع کرتا جاتا تھا۔ اور کبھی تصنیف وتالیف کے کام سے غافل نہ ہوتا تھا۔

اس کی تصانیف کی کُل تعداد سو بتائی جاتی ہے۔ ان میں تین کتابیں بیس بیس جلد کی ہیں۔ اور ایک دس جلد کی۔ پھر یہ کتابیں کسی ایک علم پر نہیں ہیں۔ بلکہ مختلف علوم، مثلاً فلسفہ، ریاضی، ہیئت، طب سب ہی پر ہیں۔ اور آج تک مشہور چلی آئی ہیں۔ شیخ نے ۱۰۳۷ء میں ۵۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

سوالات

۱۔ شیخ بوعلی سینا اپنے کن کمالات کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہوا؟

۲۔ شیخ کو اپنی زندگی میں کن کن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا؟

۳۔ شیخ کی تصانیف کی بابت تم کیا جانتے ہو؟

امیر خسرو

۶۵۱ ہجری میں اب سے ساڑھے سات سو برس پہلے برصغیر ہندوستان وپاکستان میں ایک ایسا صاحب کمال پیدا ہوا جس کے متعلق مورخوں کا خیال ہے کہ اتنے کمال اور اوصاف رکھنے والی ہستی ہزاروں برس میں پیدا ہوتی ہے۔ اس ہستی کا نام امیر خسرو تھا۔

Marfat.com

"امیر خسرو نے ہوش سنبھالا۔ تو ان کے والد نے انھیں مکتب میں بٹھایا اور خوش نویسی کی مشق کے لئے ایک مشہور خطاط کو مقرر کیا۔ انھیں بچپن ہی سے شعر کہنے کا شوق تھا۔ اس لئے اپنے شعر لکھنے ہی کی مشق کیا کرتے تھے۔ بڑے ہوئے تو ان کا شمار بڑے شاعروں میں ہونے لگا اور اب بھی انھیں فارسی کا بہت بڑا شاعر سمجھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے تین لاکھ اور چار لاکھ کے درمیان شعر کہے ہیں۔ فارسی کے علاوہ ہندی میں بھی بہت سی چیزیں کہی ہیں۔ جن میں سے اُن کی کہی ہوئی پہیلیاں وغیرہ اب تک لوگوں کی زبان پر ہیں۔

موسیقی میں انھوں نے وہ کمال پیدا کیا تھا کہ آج تک کوئی دوسرا نہ حاصل کر سکا۔ تصوّف میں بھی ان کا مرتبہ بہت اونچا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے خاص مُرید تھے۔

امیر خسرو کے کمال کی قدر ان کے زمانے کے سب بادشاہوں نے کی۔ سب سے پہلے ان کا تعلق دہلی کے شہنشاہ غیاث الدین بلبن سے ہوا دو برس تک اس کے دربار میں رہے اور آخر ۷۲۵ھ ہجری میں انتقال ہوا۔ اور حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔

سوالات

۱۔ حضرت امیر خسرو کب پیدا ہوئے تھے؟

۲۔ ان کے متعلق مورخوں کا کیا خیال ہے؟

۳۔ حضرت امیر خسرو کو کن کن چیزوں میں کمال حاصل تھا؟

Marfat.com

چھٹا باب

نامور خواتین

۱۔ حضرت خدیجہ رضؓ

اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ قریش کے خاندان میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان کی اچھی عادتوں اور نیک طبیعت کی وجہ سے لوگوں نے آپ کو طاہرہ کا لقب دیا تھا۔
حضرت خدیجہ رضؓ کی شادی ابوہالہ بن نباش سے ہوئی تھی۔ لیکن ان کا انتقال ہو گیا۔ تو عتیق بن عائذ سے شادی ہوئی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا حضرت خدیجہ رضؓ کی عمر ۳۵ سال کی تھی کہ ان کے والد کا بھی انتقال ہو گیا اور وہ اکیلی رہ گئیں۔ والد اور شوہر نے جو مال چھوڑا تھا اس سے آپ نے تجارت شروع کی اس کا طریقہ یہ تھا کہ کچھ مال اپنے کسی غریب رشتہ دار کو دیتیں اور اس سے کہتیں کہ کسی دوسری جگہ لے جا کر اس سے تجارت کرو۔ تجارت میں جو نفع ہوتا اس میں سے کچھ خود رکھتیں اور کچھ اس رشتہ دار کو دیتیں۔ اس تجارت میں اللہ نے ایسی برکت دی کہ حضرت خدیجہ رضؓ کا شمار قریش کی دولت مند عورتوں میں ہونے لگا۔

تم پڑھ چکے ہو کہ آنحضرتؐ کو لوگ ان کی سچائی اور ایمان داری کی وجہ سے امین کہا کرتے تھے۔ دوست دشمن سب ان کی دیانت داری کو مانتے تھے

اپنی امانتیں ان کے پاس رکھا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے بھی آپ کی تعریف سنی۔ تو آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ میرا مال شام لے جا کر تجارت کریں جو نفع دوسروں کو دیتی ہوں اس کا دگنا آپ کو دوں گی۔ آنحضرتؐ نے آپ کی پیشکش مان لی اور حضرت خدیجہ رضؓ کا مال لے کر شام گئے۔

حضرت خدیجہ رضؓ نے چلتے وقت اپنا ایک غلام بھی ساتھ کر دیا تھا۔ شام سے واپس آکر اس نے آنحضرتؐ کی سچائی اور ایمان داری کی بڑی تعریف کی۔ اس مرتبہ نفع بھی پہلے سے زیادہ ہوا تھا اس لئے حضرت خدیجہ کے دل میں آنحضرتؐ کی طرف سے اور بھی اعتقاد پیدا ہو گیا اور آپ نے آنحضرتؐ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ کو منظور ہو تو آپ مجھ سے شادی کر لیں۔ آپ نے یہ بات منظور کر لی اور حضرت خدیجہ رضؓ کی شادی آنحضرتؐ سے ہو گئی۔ شادی کے وقت آنحضرتؐ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہ رضؓ کی چالیس سال تھی۔

شادی سے پندرہ برس بعد رسول اللہؐ عبادت کی غرض سے مکہ کی ایک پہاڑی غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور کئی کئی دن وہاں رہ کر عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضؓ کھانا ساتھ کر دیتی تھیں۔ اسی غار میں جب حضرت جبرئیلؑ پہلی بار اللہ کا پیام لے کر حضورؐ کے پاس آئے۔ تو آپ کی طبیعت پر بہت اثر ہوا اور گھر آکر حضرت خدیجہ رضؓ سے کہا کہ مجھے ڈر معلوم ہو رہا ہے تم مجھے چادر اُڑھا دو۔ اس پر حضرت خدیجہ رضؓ نے کہا آپ گھبرائیں نہیں۔ آپ خلقِ خدا کے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔ خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ اس کے بعد جب آپ کو آنحضرتؐ کے پیغمبر ہونے کا علم ہوا اور آپ نے اسلام

Marfat.com

کا پیغام سُنانا شروع کیا تو سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائیں. جب مکہ والے آنحضرتؐ کے مخالف ہو گئے تو آپ نے ہر حال میں آنحضرتؐ کو تسلّی دی اور اُن کی تکلیفوں میں ہمیشہ اُنھیں دلاسے دیئے۔

آنحضرتؐ سے آپ کو بہت محبّت تھی. اُن کی خدمت کو اپنے لئے فخر سمجھتی تھیں اور ہر بات میں آپ کی مرضی کا خیال رکھتی تھیں۔

آنحضرتؐ بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے اور آپ کی فضیلت کی تعریف فرمایا کرتے تھے. ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ دُنیا میں دو عورتیں افضل ترین ہیں۔ ایک حضرت مریم. دوسری خدیجہ رضؓ

ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ حضورؐ کے پاس تھے اتنے میں حضرت خدیجہ رضؓ تشریف لائیں تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا یہ اُن کو جنّت میں ایک گھر کی خوش خبری سُنا دیجئے جو موتی کا ہوگا جس میں نہ شور غُل ہوگا نہ محنت و مشقت ہوگی۔

حضرت خدیجہ رضؓ شادی کے پچیس سال بعد تک زندہ رہیں اور ۱۱ رمضان سنلہ ہجری کو انتقال فرمایا. انتقال کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال تھی. آنحضرتؐ کو آپ کے انتقال کا بہت صدمہ ہوا چونکہ اس سال اُن کے چچا ابو طالب کا بھی انتقال ہوا تھا. اس لئے آنحضرتؐ اس سال کو غم کا سال فرمایا کرتے تھے۔

سوالات

(۱) حضرت خدیجہ رضؓ کس طرح تجارت کیا کرتی تھیں ؟

(۲) آنحضرتؐ سے شادی کا پیغام انھوں نے کیوں دیا ؟

(۳) آنحضرتؐ کی حضرت خدیجہ رضؓ کے متعلق کیا رائے تھی ؟

Marfat.com

۲۔ حضرت عائشہ رضؓ

حضرت عائشہ رضؓ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر رضؓ کی صاحبزادی تھیں۔ رسول اللہؐ کی ہجرت سے ۹ سال پہلے مکّہ میں پیدا ہوئیں۔ ہجرت سے تین سال پہلے ۶ سال کی عمر میں آپ کا نکاح آنحضرتؐ سے ہوا اور ۱ھ ہجری میں ۹ برس کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ ۱۱ھ ہجری میں آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا اور اس طرح حضرت عائشہ رضؓ ۱۸ سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں۔ اس کے دو سال بعد حضرت ابوبکر رضؓ کا بھی انتقال ہوگیا اور آپ یتیم ہوگئیں۔ اس کے بعد ۴۶ یا ۴۷ سال زندہ رہیں اور ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت عائشہ رضؓ میں اتنی خوبیاں تھیں کہ آنحضرتؐ آپ کو اپنی سب بیویوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ علم و فضل میں عورتیں تو عورتیں، مرد بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ امام زہری نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "عائشہ رضؓ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ ان سے باتیں پوچھا کرتے تھے۔ اسی طرح عروہ بن زبیر کا قول ہے کہ "قرآن۔ فرائض۔ حلال و حرام۔ فقہ۔ شاعری۔ طب۔ عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہ رضؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔"

علم و فضل کے علاوہ ان کی عقلمندی۔ اُن کی قوتِ حافظہ۔ ان کی قناعت پسندی۔ جود و سخا۔ فرمانبرداری اور اطاعت گذاری۔ خودداری۔ بہادری عبادت گذاری اور اپنے پرائے سے شفقت اور مروّت، یہ ایسی خوبیاں تھیں۔

Marfat.com

جنھوں نے انھیں اپنے زمانہ کی ساری خاتونوں میں ممتاز بنادیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ رسول اللہؐ آپ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے چنانچہ رسول اللہؐ کا انتقال بھی حضرت عائشہ رضؓ کے حُجرے میں ہی ہوا

حضرت عائشہ رضؓ قدرتی طور پر بڑی بلند حوصلہ اور بہادر تھیں چنانچہ انھوں نے آنحضرتؐ سے اس بات کی اجازت چاہی تھی کہ وہ جہاد میں شریک ہوا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ: عورتوں کا جہاد حج ہے" چنانچہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد آپ نے ہر سال حج کیا۔ لیکن ان کی زندگی میں کئی لڑائیوں میں شریک ہوئیں اور کاندھے پر مشک لاد کر زخمیوں کو دوڑ دوڑ کر پانی پلایا۔

یہی ساری خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے حضرت عائشہ کا شمار دُنیا کی افضل ترین خواتین میں ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ دو اور خواتین حضرت خدیجہ رضؓ اور حضرت فاطمہ رضؓ ہیں۔

سوالات

(۱) حضرت عائشہ رضؓ کون تھیں؟

(۲) آنحضرتؐ کو حضرت عائشہ رضؓ کیوں عزیز تھیں؟

۳۔ حضرت فاطمہ زہرا رضؓ

حضرت فاطمہ زہرا رضؓ رسولِ خدا حضرت محمدؐ اور اُم المومنین حضرت خدیجہ رضؓ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آنحضرتؐ کے نبی ہونے سے ۵ سال پہلے پیدا ہوئیں نام فاطمہ تھا لیکن چونکہ آپ خوبصورت بہت تھیں اس لئے آپ کا لقب

زہرا ہو گیا جس کے معنی سفیدی اور خوبصورتی کے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو نبی بنایا تو حضرت فاطمہ رضؓ کی عمر ۵ سال کی تھی۔ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضؓ ایمان لائیں اور انھیں کے ساتھ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت فاطمہ رضؓ کو بچپن ہی سے آنحضرتؐ سے بڑی محبت تھی یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ قریش آنحضرتؐ کو بڑی بڑی تکلیفیں پہونچایا کرتے تھے۔ ایک دن آنحضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے سرداروں نے یہ حرکت کی کہ جب آپ سجدہ میں گئے تو اُن میں سے ایک نے ایک اونٹ کی اوجھڑی آپ کی گردن پر رکھ دی اُس وقت حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ وہاں موجود تھے۔ لیکن سرداروں کے ڈر کے مارے اُن کی ہمت نہ پڑی کہ وہ اس اوجھڑی کو حضورؐ کی گردن پر سے اُتارتے۔ اس لیے دور کھڑے ہوتے گئے اور سب حال حضرت فاطمہ زہرا سے کہہ دیا وہ دوڑی ہوئی آئیں دیکھا تو اوجھڑی کے بوجھ کی وجہ سے آنحضرتؐ کا سر اب تک سجدے میں تھا۔ فوراً اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اُسے اُتارا اور قریش کے سرداروں کو بہت برا بھلا کہا۔ اسی طرح جنگِ اُحد میں جب حضورؐ کے چہرہ پر زخم آئے تو حالانکہ مدینہ میں آپ کی بڑی بہنیں بھی موجود تھیں۔ لیکن آپ نے میدانِ جنگ میں جاکر آپ کے زخم دھوئے۔ آنحضرتؐ نے جب مدینہ ہجرت فرمائی۔ تو اس کے کچھ دن بعد حضرت زہرا رضؓ آپ کی بڑی بہن اور آپ کی سوتیلی والدہ مدینہ پہونچیں۔

اس وقت آنحضرتؐ مسجد اور اس سے ملے ہوئے حجرے بنوا رہے تھے ان میں سے ایک حجرے میں آپ اُتریں اس حجرے کی حالت یہ تھی کہ وہ ساڑھے تین گز کے قریب لمبا تھا۔ اس کی دیواریں کھجوروں کی ٹہنیوں کی بنی ہوئی تھیں۔ ان

Marfat.com

میں جابجا چھید تھے۔ جن سے دھوپ چھن کر اندر آتی تھی۔ چھت بھی ایسی ہی تھی بلکہ وہ اتنی نیچی تھی کہ آدمی کھڑے ہو کر اُسے چھو سکتا تھا۔ اسی گھر میں حضرت فاطمہ زہرا رضؓ نے شادی سے پہلے اپنی زندگی گذاری۔ آپ آنحضرتؐ کی سب سے عزیز بیٹی تھیں۔ لیکن گھر کا کام کاج اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ چکی بھی خود پیستی تھیں حالانکہ اس سے آپ کے ہاتھ میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ جب حضرت فاطمہ رضؓ ۱۸ سال کی ہوئیں تو آپ کی شادی حضرت علی رضؓ سے ہوئی۔ آنحضرتؐ نے ایک چکی۔ ایک مشکیزہ۔ دو پانی کے گھڑے۔ ایک کپڑا اور ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ جہیز میں دیا۔ چونکہ حضرت علی رضؓ بھی غریب تھے۔ اس لئے جب آپ رخصت ہو کر آئیں۔ تو گھر میں کوئی سامان نہ تھا۔ بستر بھی نرم مٹی کا تھا۔ حضرت علی رضؓ نے اپنا اونٹ بیچ کر آپ کا مہر ادا کیا اور اپنی زرہ تحفہ میں دی۔

ایک مرتبہ حضرت زہرا رضؓ بیمار ہوئیں۔ آنحضرتؐ انھیں دیکھنے تشریف لے گئے تو آپ نے فاقہ کی تکلیف کا ذکر کیا۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تمھیں اس بات پر اطمینان نہیں کہ قیامت کے دن تم عورتوں کی سردار ہو گی۔ یہ سُن کر حضرت فاطمہ رضؓ مطمئن ہو گئیں

حضرت فاطمہ رضؓ اپنے گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں۔ جھاڑو دینا۔ برتن دھونا چکی پیسنا اور اس کے علاوہ حضرت علی رضؓ کی خدمت۔ اس لئے آپ کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی لڑائی کے بعد آنحضرتؐ کے پاس کچھ قیدی آئے حضرت علی رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ سے کہا کہ تمھیں کام بہت کرنا پڑتا ہے آنحضرتؐ کے پاس جا کر ان قیدیوں میں سے ایک لونڈی تم ان سے مانگ لو حضرت فاطمہ رضؓ

Marfat.com

آنحضرتؐ کے پاس گئیں لیکن ان کے پاس کچھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے اپنی بات حضرت عائشہ رضؓ سے کہہ کر چلی آئیں۔ جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو آپ حضرت علی رضؓ کے گھر تشریف لائے اور حضرت علی رضؓ اور حضرت زہرا رضؓ کے درمیان بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ لونڈی لینے کا حق اُن لڑکیوں کو تم سے زیادہ ہے۔ جن کے باپ جنگِ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت فاطمہ رضؓ اپنے ہمسایوں اور رشتہ داروں کی تکلیف کا حال سن کر بے چین ہو جاتی تھیں۔ رات رات بھر بیٹھ کر سب مسلمانوں کے لئے دعا مانگا کرتی تھیں۔

جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوا تو حضرت زہرا رضؓ ۲۹ سال کی بھی نہیں تھیں آپ کو آنحضرتؐ سے بے حد محبت تھی۔ اس لئے آپ کی وفات کا بے حد رنج ہوا۔ اور آخر ۲۹ سال کی عمر میں ۳ رمضان ۱۱ھ ہجری کو انتقال فرمایا۔ حضرت امام حسن رضؓ اور حضرت امام حسین رضؓ انھیں کی اولاد ہیں۔

سوالات

(۱) حضرت فاطمہ رضؓ کو زہرا کیوں کہتے تھے ؟

(۲) حضرت زہرا رضؓ کی زندگی سے ہمیں کیا کیا سبق ملتے ہیں ؟

۴۔ حضرت رابعہ بصریؒ

حضرت رابعہ بصریؒ دنیا کی اُن خاتونوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنی ساری عمر اللہ کی عبادت اور رضا کے لئے وقف کر دی تھی۔ آپ بصرہ میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ چونکہ والدین کی چوتھی اولاد تھیں۔ اس لئے آپ کا نام

رابعہ رکھا گیا۔ جس کے معنی چوتھے کے ہیں جب حضرت رابعہ بڑی ہوئیں تو والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا اسی زمانہ میں بصرہ میں ایک بہت بڑا قحط پڑا۔ ایک شخص نے آپ کو چند درہم کے بدلے کسی امیر کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اب آپ اس امیر کے گھر میں غلاموں کی طرح رہنے لگیں۔ چونکہ عبادتِ الٰہی کا آپ کو بہت شوق تھا۔ لیکن دن کو مالک کا کام کرنے کی وجہ سے عبادت کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ اس لئے دن کو روزہ رکھتیں اور مالک کا کام کرتیں رات کو جب سب سوجاتے تو اللہ کی عبادت میں مصروف ہوتیں۔ ایک دن حضرت رابعہؒ عبادت کر رہی تھیں کہ ان کے مالک کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ حضرت رابعہؒ سجدہ میں پڑی ہیں اور اللہ سے کہہ رہی ہیں۔

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ہر وقت تیری عبادت کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن اب تیری مخلوق کے حکم کی پابند ہوں اس لئے جب تک اس کی خدمت سے فرصت نہ ملے تیرے آستانہ پر سر نہیں جھکا سکتی۔

مالک نے ان کی یہ باتیں سنیں تو اس کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے صبح ہوتے ہی آپ کو آزاد کر دیا اور اب آپ دن رات اللہ کی عبادت میں بسر کرنے لگیں۔ کئی مرتبہ حج کو بھی تشریف لے گئیں۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی۔ اس لئے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتیں؟ آپ نے جواب دیا۔ مجھے تین غم ہیں۔ اگر تم میری مدد کر سکتے ہو تو کرو۔ لوگوں نے پوچھا کہ بتایئے تو، آپ نے فرمایا: میرا خاتمہ بخیر ہو گا یا نہیں؟ لوگوں نے کہا: ہم کیا جانیں۔

آپ نے پوچھا: قیامت میں میرا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں؟ لوگوں نے کہا: اس کا علم خدا کو ہے۔

Marfat.com

آپ نے پھر پوچھا: میں جنت میں جاؤں گی یا دوزخ میں؟" لوگوں نے کہا۔
"ہمیں یہ بھی نہیں معلوم"
اس پر آپ نے جواب دیا کہ جب مجھے ہر وقت یہ غم ستاتے رہتے ہیں۔ تو مجھے شادی کا خیال کیسے ہو؟"

حضرت رابعہؒ تنہائی کی زندگی بسر کرتی تھیں۔ لیکن ان کے زمانہ کے بزرگ اور صوفی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے خیالات سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ ایک دن کئی بزرگ بیٹھے تھے۔ عبادت کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک صاحب نے کہا: "میں عبادت دوزخ کے ڈر سے کرتا ہوں" دوسرے بولے کہ "میں جنت کے شوق میں عبادت کرتا ہوں" حضرت رابعہؒ نے کہا: "تم کیا بڑے مزدور ہو کہ اپنے مالک کی عبادت یا خوف کی وجہ سے کرتے ہو یا لالچ سے" اگر جنت اور دوزخ نہ ہوتی تو کیا وہ عبادت کے لائق نہ تھا۔ سنو! "اس کی عبادت محض اس کی خوشی کے لئے کرو"

اسی طرح کے خیالات کی تعلیم میں آپ کی زندگی بسر ہوئی۔ موت کے وقت لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو فرمایا کہ "اللہ کے فرشتوں کے لئے راستہ چھوڑ دو۔ لوگ ہٹ گئے اور دروازہ بند کر دیا اور آپ کا انتقال ہو گیا۔

سوالات

(۱) حضرت رابعہؒ کو کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ کیوں بیچ دیا تھا؟
(۲) حضرت رابعہؒ کے مالک نے انہیں کیوں آزاد کر دیا تھا؟

۵۔ سلطان رضیہؒ بیگم

رضیہ بیگم دہلی کے مشہور بادشاہ التمش کی بیٹی تھی۔ چھوٹی سی عمر میں ہی اتنی لائق اور سمجھدار تھی کہ لوگ اس کی باتیں دیکھ کر حیرت کرتے تھے۔ بڑی ہوئی تو لیاقت اور سمجھ اس قدر بڑھی کہ مرد بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ۱۲۲۹ء میں جب التمش کو حکومت کے بعض کاموں کی وجہ سے دہلی چھوڑ کر باہر جانا پڑا تو اس نے سلطنت کا کام اپنے لڑکوں کے سپرد کرنے کے بجائے رضیہ کے ہاتھوں میں دے دیا۔ سرداروں نے بادشاہ سے کہا بھی کہ رضیہؒ کے بجائے سلطنت کا کام لڑکوں میں سے کسی کے سپرد کیجئے۔ لیکن بادشاہ نے انھیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ اس کام کے لئے رضیہؒ لڑکوں سے زیادہ موزوں ہے اور یہ بات صحیح ثابت ہوئی بادشاہ کو چھ سال تک دہلی سے باہر رہنا پڑا۔ اس زمانہ میں رضیہ نے حکومت کا کام بڑی قابلیت اور انصاف سے چلایا اور ۱۲۳۲ء میں اس نے حکومت واپس کر دی ۱۲۳۶ء میں جب التمش کا انتقال ہوا تو اُس کے سرداروں نے التمش کے چھوٹے لڑکے رکن الدین فیروز کو بادشاہ بنا دیا۔ لیکن وہ حکومت کے کام کے لئے نالائق ثابت ہوا۔ اس لئے انھوں نے رضیہ کو تخت پر بٹھایا۔ اُس نے پہلے کی طرح پھر حکومت کا کام بڑی لیاقت سے کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ لڑائی کے میدان میں لڑنے بھی جاتی تھی۔ گھوڑے کی سواری مردوں کی طرح کرتی تھی اور شکار کھیلتی تھی۔ رضیہ نے ایک حبشی غلام کو جس کا نام یاقوت تھا داروغۂ اصطبل مقرر کر دیا۔ اس کے سرداروں کو یہ بات ناگوار ہوئی اور انھوں نے رضیہ کے

Marfat.com

خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ اس کے خلاف بغاوت کر دی اور سرہند کے گورنر التونیہ کی سرداری میں اس سے لڑائی لڑنے پر آمادہ ہوئے۔ رضیہ بڑی بہادری سے لڑی۔ لیکن گرفتار ہو گئی۔ التونیہ نے اس سے شادی کی درخواست کی تو رضیہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ یہ بات بھی کچھ سرداروں کو اچھی نہیں لگی اور وہ التونیہ اور رضیہ دونوں کے خلاف ہو گئے اور لوگوں نے اس کے بجائے اس کے بھائی بہرام کو تخت پر بٹھایا۔ رضیہ اور التونیہ نے جنگ کی۔ لیکن انھیں شکست ہوئی اور رضیہ کو جان بچا کر بھاگنا پڑا۔

ایک دن وہ کسی کھیت کے کنارے سو رہی تھی کہ دشمنوں نے اُسے قتل کر ڈالا اور وہ ۱۲۴۰ء میں اس دنیا سے سدھاری۔

رضیہ واحد عورت ہے جو دہلی کے تخت پر بیٹھی۔ اس سے پہلے یا اُس کے بعد کسی کو یہ رُتبہ حاصل نہیں ہوا۔ اس نے جس قابلیت سے حکومت کی۔ اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر اُس کے سردار اُس کے خلاف نہ ہو جاتے۔ تو وہ تاریخ میں اور بھی زیادہ ناموری حاصل کرتی۔

سوالات

(۱) رضیہ کس کی لڑکی تھی؟

(۲) التمش نے لڑکوں کے بجائے رضیہ کو تخت پر کیوں بٹھایا تھا؟

(۳) سردار رضیہ کے خلاف کیوں ہو گئے تھے؟

Marfat.com

۶۔ نور جہاں

نور جہاں ایران کے رہنے والے مرزا غیاث بیگ کی بیٹی تھی۔ مرزا غیاث بیگ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں روزگار کی تلاش میں ایران سے ہندوستان کی طرف چلا۔ راستہ میں نور جہاں پیدا ہوئی۔ ماں باپ نے اس کا نام مہرالنساء رکھا اور راستہ کی مصیبتیں اٹھاتے۔ دونوں میاں بیوی مہرالنساء سمیت دہلی پہونچے اور یہاں اکبر کے دربار میں ملازم ہو گئے اور اپنی قابلیت کی بدولت بہت جلد ترقی کرکے وزارت کا عہدہ حاصل کر لیا۔ مہرالنساء بڑی ہو گئی۔ تو مرزا غیاث بیگ نے اس کی شادی بنگال کے حاکم علی قلی خاں سے کر دی۔ علی قلی خاں بڑا بہادر سردار تھا۔ اسی لئے اُسے لوگوں نے شیر افگن خاں کا لقب دیا تھا۔

شیر افگن خاں بنگال میں تھا کہ ۱۶۰۵ء میں اکبر بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا جہانگیر تخت پر بیٹھا۔ جہانگیر کسی بات پر شیر افگن سے ناراض ہو گیا تھا۔ اس لئے اُس نے قطب الدین نامی ایک سردار کو اس کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ شیر افگن خاں اور قطب الدین میں لڑائی ہوئی اور دونوں مارے گئے۔ شیر افگن کے مرنے پر مہرالنساء کی والدہ اُسے لے کر دہلی چلی آئی اور اکبر کی بیوی کی خدمت میں رہنے لگی۔ مہرالنساء بھی اپنی ماں کے ساتھ ہی محل میں رہنے لگی۔ جہانگیر کو نور جہاں بہت پسند تھی اس لئے اُس نے شادی کا پیام دیا اور مئی ۱۶۱۱ء میں جہانگیر اور مہرالنساء کی شادی ہو گئی۔ بادشاہ نے نور محل کا خطاب دیا اور اس کے بعد نور جہاں خطاب دیا۔ اب لوگ اس کا اصلی نام تو بھول گئے۔ یہ خطاب اتنا مشہور ہوا کہ لوگ اُسے اسی نام سے جانتے ہیں

نورجہاں بہت خوب صورت تھی۔ لیکن حسن صورت کے علاوہ اس میں اور بھی بڑی بڑی خوبیاں تھیں۔ وہ مردوں کی طرح بہادر تھی اور اتنی عقلمند تھی کہ سلطنت کے کاموں میں جہانگیر کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ چونکہ جہانگیر اس سے بہت محبت کرتا تھا اور حکومت کے کاموں میں اس سے مشورے لیا کرتا تھا۔ اس لئے لوگ سمجھتے تھے کہ بادشاہ بالکل نورجہاں کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس سے جو چاہتی تھی کرا لیتی تھی۔ اس خیال کی وجہ سے بڑے بڑے امیر، وزیر نورجہاں کے خلاف ہو گئے تھے۔

نورجہاں کی تعلیم بہت اچھی ہوئی تھی۔ وہ شعر بھی کہتی تھی۔ وہ بہت ذہین اور حاضر جواب بھی تھی۔ یہی ساری خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے جہانگیر اس سے محبّت کرتا تھا اور سلطنت کے بڑے بڑے کاموں میں وہی کرتا تھا جو نورجہاں کا مشورہ ہوتا تھا۔ نورجہاں کی بہادری کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ جہانگیر کے ساتھ شکار کھیلتی اور شیر مارتی تھی۔ نورجہاں بہت فیاض تھی۔ غریبوں کی مدد کو اپنا فرض جانتی تھی۔ خاصکر یتیموں کی بہت مدد کرتی تھی اور یتیم لڑکیوں کی شادیوں میں بڑی بڑی رقمیں خرچ کر دیتی تھی۔ ۱۶۲۷ء میں جہانگیر کا انتقال ہو گیا تو نورجہاں نے سلطنت کے کاموں سے ہاتھ کھینچ لیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جہانگیر کی وفات کے بارہ برس بعد اس کا انتقال ہوا۔ اس کا مقبرہ لاہور میں ہے۔

سوالات

(۱) نورجہاں کس کی لڑکی تھی؟

(۲) اس کا نام جہانگیر نے نور محل اور نورجہاں کیوں رکھا تھا؟

(۳) نورجہاں میں کیا کیا خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے جہانگیر اس سے اتنی محبّت کرتا تھا؟

Marfat.com

۷۔ زیب النساء بیگم

زیب النساء بیگم شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کی بیٹی تھی۔ ۱۵ فروری ۱۶۳۸ء کو پیدا ہوئی بادشاہ کی خواہش تھی کہ زیب النساء کی تعلیم و تربیت اچھی ہو۔ اس لئے ایک نیک اور پارسا بی بی کو اس کی دودھ پلائی کے لئے مقرر کیا۔ جب زیب النساء پڑھنے کے قابل ہوئی۔ تو سب سے پہلے اُسے قرآن کی تعلیم دی گئی۔ کلام پاک کی تعلیم کے بعد دوسری چیزوں کی تعلیم کے لئے عالم فاضل مقرر کئے گئے اور زیب النساء نے ان سے فقہ۔ حدیث۔ علم ہیئت اور عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔

حالانکہ اورنگ زیب کو شعر و شاعری سے نفرت تھی۔ لیکن زیب النساء کو شاعری سے قدرتی لگاؤ تھا۔ وہ چھوٹی سی تھی۔ جبھی سے شعر کہنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی فارسی شاعری کا ایک دیوان بھی موجود ہے۔

زیب النساء بہت خوبصورت تھی۔ لیکن اُسے لباس اور زیورات میں سادگی پسند تھی۔ نہ وہ ریشمی اور رنگین لباس پہنتی تھی نہ بھاری زیور۔ لیکن اپنی خواصوں کو رنگین لباس میں دیکھ کر بہت خوش ہوتی تھی۔

زیب النساء علم و فضل کی بڑی قدردان تھی۔ اس نے کتابوں کی تصنیف و تالیف کے لئے ایک محکمہ قائم کر رکھا تھا۔ اس میں مختلف فنون کے ماہر ملازم تھے جنھیں معقول تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ اس محکمہ کی نگرانی شہزادی خود کرتی تھی اس کے علاوہ زیب النساء نے ایک بہت بڑا کتب خانہ بھی کھولا تھا۔ اس کتب خانے

میں ہر علم و فن کی اچھی اچھی کتابیں موجود تھیں۔ ان سے کام کرنے والے فائدہ اُٹھاتے تھے۔

زیب النساء کا اخلاق بہت اچھا تھا۔ وہ بے حد خوش مزاج تھی۔ ہر ایک سے بڑی اچھی طرح ملتی تھی۔ اس کے باوجود اس کا رُعب لوگوں پر کافی تھا۔ ہر روز صبح اُٹھ کر شہزادی قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتی تھی۔ اس کی آواز اتنی اچھی تھی کہ جب وہ تلاوت کرتی تو آس پاس کی عورتیں سننے میں محو ہو جاتیں۔

ہم تمھیں بتا چکے ہیں کہ زیب النساء کے مزاج میں بڑی سادگی تھی۔ اسی لئے اُس نے بہت سی رسموں کو مٹا کر رہنے سہنے کے طریقے کو بہت سادہ بنا دیا تھا۔ شہنشاہ اورنگ زیب جس زمانہ میں دکن کی مُہم پر گیا ہوا تھا۔ کہ شہزادی کو بُخار آیا اور اسی بُخار میں ۶۵ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا اور لاہور میں دفن ہوئی۔

سوالات

(۱) شہنشاہ اورنگ زیب نے زیب النساء کو کس طرح کی تعلیم دی تھی؟

(۲) زیب النساء میں کیا کیا اچھی باتیں تھیں؟

Marfat.com

ساتواں باب

مُصلح وسیاست دان

ا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ہندوستان کے اُن علماء میں سے ہیں جنھوں نے اب سے ڈھائی سو برس پہلے اِس ملک میں اسلام کی کشتی کو تباہی سے بچایا۔ شاہ صاحبؒ ۲۱ فروری ۱۷۰۳ء کو یعنی اورنگ زیب عالم گیر کی وفات سے چار سال پہلے دہلی میں پیدا ہوئے۔

شاہ صاحبؒ کا سلسلۂ نسب والدہ کی طرف سے حضرت عمرؓ اور والد کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظمؓ تک پہونچتا ہے۔ اسلامی حکومت کے شروع زمانے میں یہ خاندان عرب سے ہندوستان آگیا تھا۔ ابتدا میں علم وفضل میں ممتاز رہا لیکن پھر عرصہ تک سپاہیانہ بہادری اور دلیری کے لئے مشہور رہا حضرت شاہ صاحبؒ کے دادا شیخ وجیہ الدین اورنگ زیب کی فوج میں سردار تھے۔ شاہ صاحبؒ کے والد شاہ عبدالرحیم نے آبائی پیشہ یعنی سپاہ گری چھوڑ کر علم کی مسند کو سجایا۔

شاہ صاحبؒ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ ان کو خدا نے بہت تیز ذہن عطا کیا تھا۔ چنانچہ دس سال کی عمر تک عربی کی بہت اچھی استعداد حاصل کر لی تھی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے۔ آپ نے حدیث کا علم مولانا

محمد فضل بن ل کوٹی سے حاصل کیا تھا اور ۳۰ سال کی عمر میں عرب جا کر اس علم کی سند ایک عرب عالم سے لی۔ عرب سے واپسی پر دہلی کے مدرسہ رحیمیہ میں پڑھانے اور کتابیں تصنیف کرنے کے کام میں مصروف ہو گئے اور ۳۰ سال اپنے قلم سے علم اور دین کی خدمت انجام دیتے رہے اور علوم دین اور فلسفہ میں ایسی تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں کہ نہ صرف ہندوستان کے بڑے علما میں ان کا شمار ہوتا ہے بلکہ دنیائے اسلام کے نامور فلسفیوں۔ محدثوں۔ مورخین اور عالموں میں گنے جاتے ہیں۔

شاہ صاحبؒ کی سب سے بڑی خدمت قرآن اور علومِ قرآن کی اشاعت ہے اس سلسلہ میں اُن کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن پاک کا فارسی ترجمہ ہے۔ اس زمانے تک قرآن شریف کا کوئی ترجمہ موجود نہ تھا اور ہندی مسلمان عموماً عربی جانتے نہ تھے اس وجہ سے قرآن کی تعلیم سے عام لوگ بے بہرہ تھے۔ فارسی چونکہ اس زمانے میں دفتری زبان تھی۔ اس لئے عام لوگ فارسی پڑھتے تھے۔ اس ترجمہ نے لوگوں کو قرآن کے معنی سمجھنے کے قابل بنا دیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے صرف یہی نہیں کہ قرآن کریم کا ترجمہ کر دیا بلکہ علم تفسیر کے متعلق بھی کتابیں لکھیں۔

شاہ صاحبؒ سے پہلے ہمارے عربی مدارس میں حدیث کی تعلیم پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا تھا اور ہمارے رسولؐ کے اقوال اور افعال ہماری نظر سے پوشیدہ تھے حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کمی کو محسوس کیا چنانچہ شاہ صاحبؒ نے علم حدیث پر کئی کتابیں لکھیں اور ایسے علما تیار کئے جنھوں نے ان کے بعد بھی حدیث کی تعلیم کو جاری رکھا۔ اسی خدمت حدیث کی وجہ سے اُن کو محدثؒ کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

شاہ صاحبؒ کی تیسری بڑی خدمت یہ ہے کہ انھوں نے دین کے اصولوں کو عقل کے مطابق ثابت کیا ہے اور اس سلسلہ میں کئی تصانیف چھوڑی ہیں۔ جنھوں نے مسلمانوں کے دماغوں کو جگادیا اور ان کو اس قابل کردیا کہ وہ دین کو صحیح طور پر سمجھ سکیں۔

شاہ صاحبؒ تمام علومِ اسلامی کے ماہر تھے۔ چنانچہ فقہ یعنی دینی مسائل کی چھان بین میں بھی انھوں نے کافی کوشش کی ہے۔ شاہ صاحبؒ کا زمانہ ایسا زمانہ تھا۔ کہ اُن کی قوم جہالت و گمراہی میں پھنسی ہوئی تھی۔ عوام کے عقیدے خراب ہو رہے تھے۔ عمل کی طرف سے طبیعتیں بیزار تھیں۔ دین کے معاملات کو سمجھنے سے اُن کی عقلیں معذور تھیں۔ قوم کی یہ خراب حالت شاہ صاحبؒ کو خون کے آنسو رُلا رہی تھی۔ چنانچہ انھوں نے اپنی تصانیف میں قوم کی ان معاشرتی بیماریوں کو دور کرنے اور قوم کے دماغوں کی اصلاح کرنے کی بڑی کوشش کی ہے۔ وہ ہر موقع پر قوم کو اس کی بُرائیوں کا احساس کراتے ہیں اور اُن کو دور کرنے کے طریقے بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک دُنیا میں مسلمان کی ترقی کا ذریعہ صرف ایک ہے اور وہ اسلام کی پیروی ہے۔ مسلمان اگر اپنے ایمان کو درست رکھے اور عمل کو قرآن اور حدیث کے مطابق بنائے۔ تو دین اور دُنیا دونوں میں کامیاب ہوتا ہے۔ شاہ صاحبؒ کی تعلیم کا یہی نچوڑ ہے۔ شاہ صاحبؒ نے ایک مدت دراز تک ملک و دین کی خدمت انجام دے کر ۱۷۶۲ء میں بمقام دہلی وفات پائی۔

سوالات

(۱) شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ میں ہندی مسلمانوں کی کیا حالت تھی؟

(۲) شاہ صاحبؒ نے دین کی تعلیم میں کس علم پر زیادہ زور دیا اور اس کے لئے کیا انتظام کیا؟

(۳) شاہ صاحبؒ نے اپنی قوم کی اصلاح کے لئے کیا کوشش کی؟

۲- سیّد جمال الدین افغانیؒ

سیّد جمال الدین افغانیؒ اسلامی دُنیا کے اُن نامور رہنماؤں میں ہیں جن کو نہ صرف اپنے ملک کے مسلمانوں کی حالت سُدھارنے کی فکر تھی بلکہ کُل اسلامی دنیا کے مسلمانوں کو متحد کرنا اور اُن کی بھلائی اور بہبودی کے لئے تدبیریں سوچنا اُن کی زندگی کا مقصد تھا۔ اس سلسلے میں انھوں نے طرح طرح کی تکلیفیں جھیلیں مصیبتیں اٹھائیں۔ دُکھ سہے۔ قربانیاں دیں حتیٰ کہ جان تک دے دی۔ مگر اپنے مقصد سے منھ نہ موڑا۔

سیّد صاحبؒ افغانستان کے رہنے والے تھے۔ ۱۴ شعبان ۱۲۵۴ھ کو بہ مقام اسد آباد پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سیّد صفدر تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسینؓ تک پہونچتا ہے۔

آپ نے بچپن ہی میں قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ تفسیر اور دوسرے علوم سیکھ لئے تھے اور ان کی تکمیل ایران کے مشہور شہروں۔ طہران۔ مشہد اور قزوین میں کی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں آپ ان درس گاہوں سے کامل اُستاد بن کر نکلے اور آپ نے اسی عمر میں مسلمانوں کی معاشرتی اور سیاسی اصلاح کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا۔ آپ سب سے پہلے برّصغیر ہند و پاکستان میں آئے اور یہاں کے مسلمانوں کی زندگی کو بہ غور دیکھا۔ پھر یہ ضروری سمجھا کہ تمام مشہور مشہور ملکوں کا سفر کریں۔ وہاں کے سیاسی حالات کو سمجھیں اور پھر مسلمانوں کی قوم کو ترقی دینے کی تدبیریں سوچیں۔ اِس سفر کے شروع کرنے سے پہلے آپ نے اپنے وطن افغانستان میں وہاں کے مسلمانوں کو ترقی دینے کی جو کوششیں کیں۔ وہ ایسی تھیں کہ مسلمانوں کے دشمن خاص کر انگریزوں کی نظر میں آپ

کانٹے کی طرح کھٹکنے لگے۔ چنانچہ جب سیّد صاحبؒ نے اپنا سفر شروع کیا تو جہاں جہاں پہونچے انگریزوں نے اُن کے راستے میں روڑے اٹکائے۔ پھر بھی سیّد صاحب نے ہمّت نہ ہاری اور مسلمانوں کے ہر ملک میں جاکر انگریزوں کی غلامی کے خلاف آواز اٹھائی۔ اسی اثنار میں آپ تھوڑے عرصہ کے لئے مصر میں مقیم ہو گئے اور وہاں کی مشہور یونی ورسٹی۔ جامعۂ ازہرؔ میں فقہ حدیث اور ہیئت کی تعلیم دینے لگے۔ مصر کے تھوڑے ہی سے قیام میں آپ نے مصریوں کے اندر آزادی کی ایک نئی روح پھونک دی۔ اور مصریوں کے دلوں میں انگریزوں کی غلامی سے نجات پانے کی خواہش پیدا کردی۔

تھوڑے ہی عرصہ میں انگریزوں کے اشارے پر سیّد صاحبؒ وہاں سے نکال دئے گئے۔ وہاں سے پھر آپ ہندوستان آئے اور حیدرآباد دکن میں قیام فرمایا لیکن یہاں بھی جب آپ کی وہی روش رہی تو حکومت نے پہلے تو نظر بند کیا۔ پھر ہندوستان سے چلے جانے کا حکم دیا۔ یہاں سے آپ پیرس چلے گئے اور وہاں سے عربی زبان میں ایک رسالہ نکالنا شروع کیا جس کا نام "العروۃ الوثقیٰ" تھا جس میں مسلمانوں کی پرانی عظمت وشوکت کا ذکر کیا اور موجودہ ذلّت وخواری کی طرف قوم کو توجہ دلاتے رہے۔ اس رسالے نے دنیا کے مسلمانوں کے دلوں پر اثر کیا اور مسلم قوم کے دلوں میں ایک نیا جوشِ آزادی پیدا ہو گیا۔

آپ یہ رسالہ زیادہ عرصہ نہ نکال سکے۔ کیونکہ آپ نے پھر اپنا سفر شروع کر دیا۔ آپ روس بھی گئے اور وہاں مسلمانوں کے لئے قرآن شریف اور مذہبی کتابیں چھاپنے کی جو ممانعت تھی۔ اُسے دور کرایا۔ وہاں سے آپ ترکی پہونچے اور وہاں مسلمانوں کے باہمی اتحاد کی ایک بہت بڑی تحریک شروع کی۔ جسے تحریکِ "اتحادِ اسلامی" کہتے ہیں

مسلسل سفر کرنے کی وجہ سے سید صاحب کی صحت خراب رہنے لگی تھی اور بالآخر آپ نے ۹ مارچ ۱۸۹۷ء کو ترکی میں انتقال فرمایا۔

سوالات

(۱) سید جمال الدین افغانی رحمہ نے اپنی زندگی کس مقصد کے لئے وقف کر دی تھی؟

(۲) سید صاحبؒ کو اس مقصد کے حاصل کرنے میں کیا کیا دشواریاں پیش آئیں؟

(۳) کیا سیّد صاحبؒ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے؟

۴۔ سر سیّد احمد خاں

سر سیّد احمد خاں اُن رہنماؤں میں ہیں جن کے احسانات کو بّرِ صغیر ہند و پاکستان کے مسلمان کبھی بھلا نہیں سکتے۔ انھوں نے بڑی بڑی قومی خدمات انجام دی ہیں۔ اِن کی سب سے بڑی خدمت یہ تھی کہ انھوں نے مسلمانوں میں سے جہالت کو دور کرنے کی کوشش کی اور اپنی قوم کے لئے مغربی علوم کی تعلیم کا انتظام کیا۔ اُن کی اِس کوشش کی یادگار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہے۔ جو آج برِّ اعظم ایشیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی درس گاہ ہے۔

سر سیّد دلی کے رہنے والے تھے اور وہیں ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ اُن کے بزرگ شاہجہاں کے عہد میں ہندوستان آئے تھے۔ سر سیّد کے والد ایک آزاد منش انسان تھے۔ اِس لئے بچپن میں سر سیّد کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری ان کی والدہ پر رہی۔ یہ بڑی منتظم۔ تعلیم یافتہ۔ عقلمند۔ با اخلاق اور پابند مذہب خاتون تھیں۔ سر سیّد نے اُن کی سیرت و اخلاق کا بہت اثر لیا۔ اپنی والدہ سے انھوں نے قرآن مجید

دسے فارسی کی ابتدائی دو چار کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد دوسرے اساتذہ سے عربی فارسی۔ ریاضی اور طب کی تعلیم حاصل کی۔ اٹھارہ اُنیس سال کی عمر میں سرسیّد نے باقاعدہ تعلیم تو چھوڑ دی۔ لیکن کتابوں کا مطالعہ برابر کرتے رہے اور اپنی علمی لیاقت بڑھاتے رہے۔

سرسیّد کی عمر بائیس سال کی تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ خاندان کی گذر بسر کے لئے ضروری ہوا کہ سرسیّد روزگار تلاش کریں۔ چنانچہ وہ کچہری میں سررشتہ دار ہو گئے۔ اس کے بعد قانون کا امتحان دیا اور منصفی کے عہدے پر مقرر کر دیے گئے اسی زمانہ میں سرسیّد کو بادشاہ کی طرف سے جوّاد الدولہ سیّد احمد خاں عارف جنگ کا خطاب ملا۔

سرسیّد کو کتابیں تصنیف کرنے کا شروع ہی سے شوق تھا۔ چنانچہ دلّی میں جب وہ منصف ہوتے تو انھوں نے ایک بڑی اچھی کتاب لکھی۔ اس کتاب کا نام "آثار الصنادید" ہے اور اس میں دلّی کی تمام قدیم عمارتوں کے حالات، نقشے اور دہلی کے نامور لوگوں کے حالات لکھے ہیں۔ کتاب ملک میں بہت پسند کی گئی اور آج تک پسند کی جاتی ہے۔

ملازمت کے زمانہ میں بھی سرسیّد کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ اپنی قوم کی خدمت کریں۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں جب غدر ہوا ہے تو اس وقت سرسیّد بجنور میں تھے اور ضلع کا انتظام ان کے ہاتھ میں تھا۔ بغاوت اس ضلع میں بھی ہوئی۔ مگر سرسیّد نے اس ضلع کو تمام سزاؤں اور آفتوں سے بچا لیا۔ انھوں نے بے خطا لوگوں کی بہت حمایت کی اور سینکڑوں بے گناہوں کو پھانسی سے بچا لیا۔ اس کے بعد جب

Marfat.com

غازی پور تبدیل ہو کر گئے۔ تو وہاں اُن کو خیال پیدا ہوا کہ جب تک مسلمانوں میں تعلیم کو نہ پھیلایا جائے گا۔ قوم ترقی نہیں کر سکے گی۔ چنانچہ انھوں نے تعلیم کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ غازی پور میں انھوں نے ایک انجمن قائم کی جس کا نام سائنٹی فک سوسائٹی تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ترجموں کے ذریعے ملک میں نئے علوم کو پھیلایا جائے ـــــ غازی پور میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔ اس سے پہلے اپنی ملازمت کے زمانے میں مراد آباد میں بھی قائم کر چکے تھے۔ ۱۸۶۶ء میں جب علی گڈھ تبدیل ہو کر آئے۔ تو وہ سوسائٹی جو یہاں تھی منتقل ہو کر آگئی اور اب سر سیّد ایک اخبار بھی نکالنے لگے۔ جس کا نام "علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ" تھا۔

اس کے بعد سر سیّد نے انگلستان کا سفر کیا اور وہاں کی مشہور تعلیم گاہوں کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پھر اسی قسم کی تعلیم گاہیں اپنے ملک میں کھولنے کا ارادہ کیا۔ واپس آکر انھوں نے علی گڈھ میں ایک کالج کھولا۔ یہی ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ کالج قائم کر لینے کے بعد سر سیّد ملازمت سے الگ ہو گئے اور آخر دم تک علی گڈھ ہی میں رہے اور کالج کی خدمت کرتے رہے۔

سر سیّد کا دوسرا بڑا کارنامہ "مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" ہے۔ جو آج تک ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم کو ترقی دینے میں مشغول ہے۔ عرصۂ دراز تک قوم کی بے لاگ خدمت کرنے کے بعد سر سیّد نے اسّی برس کی عمر میں ۱۸۹۸ء میں انتقال کیا۔

انھوں نے قوم کی خدمات انجام دینے میں بڑی عالی ہمّتی۔ برداشت اور قربانی کا ثبوت دیا اور یہ انھیں کا احسان ہے کہ آج مسلمانوں میں بھی ہمیں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بکثرت ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنی اُردو تصانیف، اخباروں اور رسالوں

میں اپنے مضامین کے ذریعے انھوں نے ہماری قومی زبان اُردو کو بھی بہت فائدہ پہونچایا اور اردو زبان میں انھوں نے اپنے وقت کے بڑے بڑے عالموں سے کتابیں لکھائیں اور اُن کو چھپوایا۔ انھوں نے ہماری قوم کے اُن بُرے رسم و رواج کو بھی جو مدّتوں سے قوم میں پھیلے ہوئے تھے۔ دور کرنے کی بڑی کوشش کی۔ سچ تو یہ ہے کہ برصغیر ہندوپاکستان میں مسلمانوں کو غفلت کی نیند سے جس شخص نے جگایا وہ سرسید ہی تھے۔ اُن کی زندگی ہمارے لئے ایثار اور بے نفسی کا بہت بڑا نمونہ ہے۔

سوالات

(۱) سرسیّد نے مسلمانوں کی تعلیم کو ترقی دینے کے لئے کیا کیا کوششیں کیں؟

(۲) سرسیّد نے اُردو زبان کی کیا خدمت کی؟

۲۴۔ مولانا محمد علیؒ

مولانا محمد علی مرحوم برصغیر ہندوپاکستان کے اُن فرزندوں میں تھے۔ جن کی قومی خدمات پر نہ صرف ہندوپاکستان بلکہ برّاعظم ایشیا ہمیشہ ناز کرے گا۔ وہ اسلام کے ایک جانباز سپاہی تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کے لئے اُن کے دل میں سمندر کا سا جوش تھا اور ان کے ارادوں میں سّیارہ کی سی بلندی تھی۔ وہ جس طرح ہندوستان کو انگریز کی غلامی سے آزادی دلانا چاہتے تھے۔ اسی طرح ان کی تمنّا تھی کہ دنیا میں مسلمان جہاں جہاں غیر قوموں کے محکوم ہیں آزاد ہو جائیں۔ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انھوں نے بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں۔ لیکن ہمت نہ ہاری اور

Marfat.com

اِسی مقصد کی خاطر ایک باہمت سپاہی کی طرح لڑتے ہوئے جان دیدی۔

مولانا محمد علی ۱۸۷۸ء میں بمقام بجنور پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرکے بریلی کے ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا اور علی گڈھ کالج سے بی۔ اے کیا۔ مدرسہ اور کالج میں وہ بڑے لائق طالب علموں میں شمار کئے جاتے تھے۔ شروع ہی سے انھیں شاعری اور تقریر سے بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اپنی آیندہ زندگی میں وہ لیڈر ہونے کے علاوہ ایک اعلیٰ درجہ کے شاعر اور مقرر بھی ثابت ہوئے۔ اُن کی تقریریں بڑی جوشیلی اور دلیرانہ ہوتی تھیں۔ یہی جوش اور دلیری آخر عمر تک ان کے ساتھ رہی۔

بیس سال کی عمر میں محمد علی نے بی۔ اے پاس کیا اور اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے۔ وہاں اکسفورڈ یونی ورسٹی سے بی اے کی ڈگری لی اور ہندوستان واپس چلے آئے۔ واپسی پر کچھ دنوں ریاست رام پور کے محکمۂ تعلیم میں ملازمت کی۔ پھر ریاست بڑودہ میں ایک اعلیٰ عہدہ پر مامور رہے۔ لیکن وہ نوکری کے لئے بنے نہ تھے۔ وہ ایک آزاد طبیعت اور آزاد دماغ رکھنے والے انسان تھے۔ چنانچہ بہت جلد ان کا دل نوکری سے کھٹّا ہوگیا اور وہ استعفےٰ دے کر الگ ہوگئے۔

اِس کے بعد انھوں نے انگریزی کا ایک اخبار نکالا جس کا نام "کامریڈ" رکھا اور اس اخبار کے ذریعہ انھوں نے مسلمانوں کے حقوق کی حمایت شروع کی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک اُردو اخبار نکالا جس کا نام "ہمدرد" رکھا۔ یہیں سے اُن کی قومی زندگی شروع ہوئی۔

سنہ ۱۹۰۶ء میں جب مسلم لیگ قائم ہوئی۔ تو وہ اس میں شامل ہوگئے۔ اس کے بعد تو وہ مسلمانوں کی خدمات میں ایسے سرگرم ہوئے کہ ہندوستان تو ہندوستان

Marfat.com

دنیا میں مسلمانوں کی جہاں کہیں حق تلفی ہوتی تھی محمد علی ان کے حامی بن کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ بلقان کی جنگ میں انھوں نے جس طرح ترکوں کے ساتھ ہمدردی کی۔ اور پھر ترک خلیفہ کی خلافت کو قائم رکھنے کے لئے ہندوستان میں انھوں نے تحریک خلافت جاری کی۔ وہ یہ بتانے کے لئے کافی ہیں کہ محمد علی کی زندگی کا بس ایک ہی مقصد تھا اور وہ مقصد مسلمانوں کی خدمت تھا۔ اسی مقصد کے لئے وہ جئے اور اسی کے لئے مرے۔

محمد علی ہمیشہ فخر سے کہتے تھے کہ میں "اسلام کا سپاہی ہوں" اسلام کی عظمت وشان کے لئے وہ عمر بھر لڑتے رہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے کیا کچھ قربانیاں نہ دیں۔ نظر بند رہے جیل گئے۔ مالی مشکلات سہیں۔ چین اور آرام اپنے اوپر حرام کر لیا۔ مگر جب تک دم میں دم رہا اسلام کی خدمت سے منہ نہ موڑا۔

اسلام اور مسلمانوں کے شیدائی ہونے کے ساتھ ہی ساتھ انھیں اپنے وطن، سے بھی ایسی ہی محبت تھی۔ برصغیر ہندو پاکستان کی جنگِ آزادی میں وہ گاندھی جی کے دوش بدوش تھے اور وطن کی خاطر قربانی دینے میں وہ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ آخر عمر میں جب انھوں نے دیکھا کہ کانگریس مسلمانوں کے حقوق کی حمایت نہیں کر سکتی تو وہ کانگریس سے الگ ہو کر مسلمانوں کی تنظیم میں مصروف ہو گئے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں جب ہندوستانی لیڈروں کو انگریزوں نے لندن بلایا۔ تو ان میں محمد علی بھی گئے۔ وہاں ایک جلسے میں انھوں نے جو تقریر کی وہ ہندوستان اور پاکستان کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے:-

"میں جس مقصد کے لئے یہاں آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں اپنے ملک کو

Marfat.com

واپس جاؤں تو آزاد ہندوستانی کی حیثیت سے جاؤں۔ میں غلام ملک میں لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ اگر آپ مجھے ہندوستان کی آزادی نہیں دیں گے تو آپ کو مجھے یہاں قبر کے لئے جگہ دینی پڑے گی"۔

محمد علی بات کے پکے تھے۔ انھوں نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا۔ بیمار پہلے سے تھے سفر کی تکالیف اور سمجھوتے کے سلسلے میں بھاگ دوڑ نے مرض کی حالت زیادہ خطرناک کر دی اور ان الفاظ کے ادا کرنے کے چند ہی دن بعد یہ اسلام کا سپاہی اور وطن کا جانباز اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اُن کا جنازہ لندن سے فلسطین لے جایا گیا اور وہاں بیت المقدّس کے قریب مسجد عمر میں دفن کئے گئے۔

سوالات

(۱) مولینا محمد علی نے ہندوستان کے مسلمانوں کی کیا خدمات انجام دیں؟

(۲) یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے کہ محمد علی اسلام کے سچے سپاہی تھے؟

۵۔ علامہ سر محمدؒ اقبالؒ

علامہ اقبال کا نام کون نہیں جانتا۔ انھوں نے مسلمانوں کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے جو پیغام مسلمانوں کو دیا اُسے کوئی مسلمان نہیں بھول سکتا۔ پاکستان کی تاریخ میں اقبال کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس لئے کہ پاکستان بنانے کی جو تجویز سنہ ۱۹۴۰ء میں مسلمانوں نے پاس کی تھی وہ علامہ اقبال ہی کی دماغی کاوش کا نتیجہ تھی

علامہ اقبال کے بزرگوں کا وطن تو کشمیر تھا۔ لیکن خود ان کی پیدائش پنجاب کے شہر سیالکوٹ میں سنہ ۱۸۷۵ء میں ہوئی وہیں تعلیم حاصل کی اور اس کے

Marfat.com

لبعد بی، اے کرنے لاہور آ گئے اور یہیں سے بی، اے اور ایم، اے کے امتحان پاس کئے اور ایم اے کے امتحان میں سب کالجوں میں اوّل آئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد لاہور کے کالج میں پروفیسر مقرر ہو گئے۔ اورنٹیل کالج میں پڑھایا۔ اور پھر گورنمنٹ کالج میں ۱۹۰۵ء میں ۳۲ سال کی عمر میں مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے انگلستان گئے۔ وہاں سے ایک بڑی ڈگری فلسفہ میں حاصل کی اور دوسری بیرسٹری کی، کچھ عرصہ لندن یونی ورسٹی میں عربی کے پروفیسر بھی رہے اس کے بعد چلے آئے اور یہاں آکر بیرسٹری شروع کی۔ فرصت کے وقت میں شعر و شاعری بھی کرتے رہے۔ ۱۹۲۲ء میں سرکار نے ان کی قابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے سر کا خطاب دیا۔

علامہ اقبال نے انگریزی، فارسی اور اردو میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ اردو نظم کی کتابوں میں ان کی سب سے پہلی اور سب سے مقبول کتاب "بانگِ درا" ہے۔ جو سب سے پہلے ۱۹۲۴ء میں چھپی تھی اور اس کے بعد سے اب تک ہزاروں کی تعداد میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

علامہ اقبال کی بہت سی نظمیں ایسی ہیں جن میں علامہ اقبال نے عام طور پر انسان کو، خاص کر مسلمانوں کو ایسے ایسے سبق دیتے ہیں کہ اگر انسان ان پر عمل کرے تو زندگی میں اس کا مرتبہ بڑا اونچا ہو جائے۔ علامہ اقبال کی سب سے بڑی تعلیم انسان کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانے اور اپنی زندگی عمل یعنی کام میں گذار دے۔ ان کا خیال ہے کہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا کام بھی ایسا نہیں جسے انسان نہ کر سکتا ہو۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ وہ اپنے اوپر

بھروسہ رکھے اور یقین و بھروسہ کے ساتھ عمل کی طرف قدم بڑھائے۔ ان کے نزدیک عمل ہی سے انسان کی زندگی اچھی بھی بنتی ہے اور بُری بھی۔

علامہ اقبال نے انسان کو یہ سبق دیا ہے کہ وہ زندگی سے ہرگز مایوس نہ ہو اور ہمیشہ یہ یقین رکھے کہ آنے والا زمانہ آزادی اور خوشی کا زمانہ ہے۔

علامہ اقبال ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے صدر چنے گئے۔ مسلمانوں کے لئے برصغیر ہندوستان ہی میں ایک الگ آزاد حکومت کا تخیل آپ نے اپنے اسی تاریخی صدارتی خطبہ میں ظاہر کیا تھا جسے بعد میں "پاکستان" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ الحمدللہ علامہ مرحوم کی اس تجویز کو قائداعظم مرحوم نے عملی جامہ پہنایا۔

علامہ اقبال کا انتقال ۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء کو ہوا تھا۔ لیکن ان کا کلام ان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے سدا ہمارے پاس رہے گا۔

سوالات

(۱) علامہ اقبال کس سنہ میں اور کہاں پیدا ہوئے؟

(۲) علامہ اقبال کی سب سے بڑی تعلیم کیا ہے؟

قائداعظم محمد علیؒ جناح

بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح ۲۵ ردسمبر ۱۸۷۶ء کو اتوار کے دن کراچی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کراچی میں تجارت کرتے تھے۔ اس لئے آپ کی ابتدائی تعلیم کراچی ہی میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ وکالت کا امتحان پاس کرنے کی غرض سے انگلستان تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۱۶ سال کی تھی۔ چار سال انگلستان میں رہ کر ۱۸۹۶ء میں آپ وکالت کا امتحان پاس کر کے کراچی واپس آئے۔ یہاں آکر آپ نے دیکھا کہ والد کی تجارت کی حالت ویسی نہیں جیسی پہلے تھی اور گھر کے لوگ مالی پریشانی میں مبتلا ہیں۔ اس لئے آپ نے فیصلہ کیا۔ کہ بجائے کراچی کے بمبئی میں وکالت کریں گے اور گھر کی حالت کو بہتر بنانے میں ہاتھ بٹائیں گے۔ یہ طے کر کے ۱۸۹۷ء میں بمبئی چلے گئے اور آٹھ دس برس کے اندر آپ کی قابلیت اور ذہانت کی اتنی شہرت ہو گئی کہ بڑے بڑے مقدمے آپ کے پاس آنے لگے اور آپ کا شمار ہندوستان کے بڑے وکیلوں میں ہونے لگا۔ آپ کے پاس جو مقدمہ آتا اس کی پیروی بڑی محنت۔ قابلیت اور ذہانت سے کرتے۔ آپ اپنی تقریر سے سننے والوں کو حیرت میں ڈال دیتے تھے اور اکثر مقدموں میں کامیابی کا سہرا آپ ہی کے سر رہتا تھا۔

جناح صاحب کو شروع ہی سے سیاسی معاملات سے بہت دلچسپی تھی چنانچہ بمبئی میں آپ کی وکالت اچھی طرح چلنے لگی تو آپ نے سیاسی کاموں میں

Marfat.com

بھی وقت دینا شروع کر دیا۔ دادا بھائی نوروجی اس زمانے کے بہت مشہور لیڈر تھے۔ جناح صاحب ان کے پرائیویٹ سکریٹری ہو گئے اور ۱۹۰۶ء میں جب وہ کانگریس کے سالانہ جلسہ کی صدارت کے لئے کلکتے گئے۔ تو جناح صاحب ان کے ساتھ گئے اور جلسے میں ایسی تقریر کی کہ لوگوں پر بڑا اثر پڑا۔ اور لوگوں نے اسی وقت اندازہ لگا لیا کہ بیس برس کا یہ نوجوان وکیل آگے چل کر ملک کا بہت بڑا لیڈر بنے گا۔

۱۹۱۰ء میں مسٹر جناح سرکاری کونسل کے ممبر چنے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے ہندوستان کی بہبودی کے لئے جو تقریریں کیں اُن کی سارے ملک میں دھوم مچ گئی۔ کونسل میں آپ ہر اُس معاملے میں گورنمنٹ کی مخالفت کرتے رہتے۔ جس سے ہندوستان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا تھا۔ اُس زمانے میں آپ نے کئی ایسے قانون پاس کرائے: جس سے ہندوستان کی زندگی کے بہتر ہونے کی اُمید تھی۔

۱۹۱۸ء میں مسٹر جناح کی شادی ہوئی۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۰ء تک کانگریس اور مسلم لیگ، دونوں کے سالانہ اجلاس ایک ہی مقام اور ایک ہی زمانے میں ہوتے رہے۔ جناح صاحب دونوں جماعتوں کے رکن تھے اور اس طرح انھیں اس بات کا موقع ملا کہ وہ دونوں جماعتوں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی کوشش کریں۔ اس کوشش میں انھوں نے جس خلوص اور سرگرمی سے کام کیا۔ اس کی بنا پر اس زمانے میں ان کا لقب۔ اتحاد کا پیغامبر

Marfat.com

ہو گیا اور انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۱۶ء میں اُنیس ہندو اور مسلمان ممبروں کے مشترک دستخطوں سے حکومت کے سامنے یہ مطالبہ پیش کیا گیا کہ ہندوستانیوں کو حکومت کے کاموں میں زیادہ دخل حاصل ہو۔ اس زمانے میں جناح صاحب ہر طبقے اور قوم کے لوگوں میں اس قدر مقبول و محبوب تھے کہ لوگوں نے ان کی یادگار میں بمبئی میں جناح ہال کے نام سے ایک عمارت بنائی۔ جو اب بھی اُس مقبولیت اور محبوبی کی یاد کو تازہ کر رہی ہے

سنہ ۱۹۱۸ء میں کانگریس نے اُس اسکیم کو ہندو اور مسلمان ممبروں کے دستخطوں سے پیش ہوئی تھی ناکافی کہہ کر مسترد کر دیا۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں ناگپور میں کانگریس کا جو اجلاس ہوا۔ اس میں گاندھی جی نے سیاسی جدوجہد کا ایک نیا پروگرام پیش کیا۔ جناح صاحب اس سے متفق نہیں تھے۔ اسی لئے تقریباً دو سال اُس کے ممبر رہنے کے بعد انھوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس کے بعد سے مسلمانوں کے نقطۂ نظر کی نمائندگی کی طرف پوری توجہ شروع کی اور مسلم لیگ نے پوری طرح آپ کی رہنمائی پر عمل شروع کیا۔

سنہ ۱۹۲۹ء میں مسٹر جناح نے مسلمانوں کے مطالبات کو ۱۴ نکات کے نام سے پیش کیا اور جب لندن میں انگریزوں اور ہندوستانی لیڈروں کی کانفرنسیں ہوئیں اور مسلمانوں کے مطالبات پوری قوت کے ساتھ پیش کئے۔ سنہ ۱۹۳۴ء میں مسٹر جناح نے نئے حالات کی روشنی میں مسلم لیگ کے لائحہ عمل میں نئے سرے سے تبدیلیاں کیں اور سنہ ۱۹۳۶ء کے بمبئی کے اجلاس میں ان کی رہنمائی میں مسلم لیگ نے سنہ ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کو احتجاج کے ساتھ قبول کر لینے کا فیصلہ کیا

Marfat.com

۱۹۳۷ء میں سالانہ اجلاس لکھنؤ میں ہوا۔ اس میں پنجاب اور بنگال کی وزارتی پارٹی کے ارکان نے بھی جناح کی قیادت قبول کر لی۔

مسلم لیگ جناح صاحب کی قیادت میں یہ اندازہ لگا چکی تھی کہ کانگریس اور ہندو مسلمانوں کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔ اس لئے ۱۹۴۰ء میں لاہور میں آپ نے ایک تجویز پیش کی جس کی رو سے یہ طے کیا گیا کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا جائے اور جس حصہ میں مسلمانوں کی آبادی کی اکثریت ہے اُس کا نام پاکستان ہو۔ ۱۹۴۲ء میں انگریزوں نے مسلمانوں کے اس مطالبہ کو منظور کر لیا لیکن ہندو برابر اس کی مخالفت کرتے رہے۔

۱۹۴۶ء میں الکشن ہوئے یہ الکشن مسلم لیگ اور جناح کی قوت کا امتحان تھے اور اس الکشن کے نتیجہ نے ثابت کر دیا کہ جو کچھ جناح صاحب کر رہے تھے وہ لفظ بہ لفظ ٹھیک تھا۔ ہندوستان کے سارے صوبوں نے پاکستان کے حق میں فیصلہ کیا اور اس فیصلہ کے آگے انگریزوں اور ہندوؤں کو سر جھکانا پڑا اور آخر بہت سی کانفرنسوں اور آپس کی گفت و شنید کے بعد ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بن گیا۔ سات سال کی مسلسل جدوجہد اور انتھک کوششوں کے بعد مسلمانوں کے قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح نے مسلمانوں کو ان کی وہ آزادی دلوادی تھی جس کی انھیں تمنّا تھی۔

قائد اعظم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے اور جس طرح اس کے بننے سے پہلے انھوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصّہ اس کے حصول میں صرف کیا تھا۔ اس کے قیام کے بعد اپنا ایک ایک لمحہ اس کے لئے وقف کیا اور اتنی جسمانی اور

Marfat.com

دماغی محنت کی کہ اُن کی صحت خراب ہو گئی اور آخر کچھ کم ۷۳ سال کی عمر میں ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء میں انتقال کیا۔ کراچی میں آپ کا مزار خاص و عام کا مرجع ہے۔

سوالات

(۱) قائد اعظم محمد علی جناح کب پیدا ہوئے تھے؟

(۲) انھیں "اتحاد کے پیغامبر" کا لقب کیوں دیا گیا تھا؟

(۳) قائد اعظم نے کانگریس سے کیوں علیحدگی اختیار کی تھی؟

(۴) ۱۹۴۰ء میں پاکستان کی تجویز کیوں پاس کی گئی؟

تمام

اللہ — سوانح

ناموران اسلام

اردو مرکز۔ لاہور

Marfat.com